تعمیرِ حیات

شعبہ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

★

اعمال کا دار و مدار

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ تمام عمل کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ملے گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کیلئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہوگی، اور جو دنیا کے حصول کے لئے کرے گا یا کسی عورت سے نکاح کے لئے کریگا تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے ترک وطن کیا ہے۔

(بخاری۔ مسلم)

★

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

★

۲۷ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ
مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ع

چندہ سالانہ [illegible] روپیہ [illegible] قیمت فی پرچہ ۳۰ [illegible]

Regd No L 1981
FORTNIGHTLY
Phone 22948
TAMEER - E - HAYAT
Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

الأدبُ العربی
بین عرض و نقد
(از مولانا سید محمد رابع ندوی۔ ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
عربی ادب کی تاریخ اور نقد کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے جو الادب العربی بین عرض و نقد کے نام سے عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔ اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ٭ تنقید و تجزیہ ٭ ادبی نمونے
مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ گئی ہے
(قیمت صرف چار روپے)

مُعلّم الانشاء
از مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی
انشاء تمام زندہ زبانوں کا اہم مضمون ہے، موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے بھی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے۔ دعوت و تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط و تعلق نے اس کو صرف اجتماعی و ادبی ہی نہیں بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہے۔ چنانچہ دار العلوم ندوۃ العلماء نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کے ایک ایسے سلسلے کی ترتیب دی ہے جو عربی مدارس کے اساتذہ کی پوری رہنمائی کر سکے اور عربی مدارس میں تعلیم و انشاء کا نصاب بن سکے۔
کاغذ کتابت و طباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۷۵
حصہ دوم (" " ") " ۲/۶۳
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

دہلی اور اسکے اطراف
از مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب
سابق ناظم ندوۃ العلماء
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں لکھا گیا تھا [illegible]
قیمت [illegible]

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمٰن
از سید ابو الحسن علی حسنی ندوی
چودھویں صدی ہجری کے مشہور شیخ اور بزرگ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات [illegible]
قیمت [illegible]

جزیرۃ العرب
از مولانا محمد رابع ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت، تاریخ و ادب کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے [illegible]
قیمت ۵ روپیہ

ملنے کا پتہ
مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

Cover Printed at Nadwa Press Lucknow.

۲۷ر محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مطابق

۲۵ر مارچ ۱۹۷۱ء

شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ

سالانہ ۸ روپے

ششماہی ۴ روپے

فی کاپی ۳۵ پیسے

جلد (۸) شمارہ (۱۰۱۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس طرح کام نہیں چلے گا!

محمد الحسنی

موجودہ انتخابات کے بعد بہت سی حقیقتیں ہمارے سامنے آئی ہیں فرقہ پرست عناصر کو اس میں جس طرح شکست اٹھانا پڑی وہ ملک کے لئے بہت خوش آئند ہے، مسلمانوں نے جس طرح اپنے ووٹوں کا استعمال کیا وہ بھی لائق تحسین ہے اور ان عناصر کی شکست میں بلا شبہ اس بات کا بنیادی دخل ہے، حکمراں کانگریس نے اپنے انتخابی منشور میں جو وعدے کئے وہ بھی معقول اور امید افزا تھے۔ اس طرح کی اور بہت سی باتیں ہیں جو کہی گئی ہیں اور کہی جا رہی ہیں، لیکن ایک حقیقت اور ہے جو ان سب سے اہم ہے اور اسی پر ایک زندہ و توانا ملت کی حیثیت سے ہمارے مستقبل کا انحصار ہے۔

اور وہ تلخ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقیقی اور صحیح نمائندے صحیح اور مناسب تعداد میں ہاؤس میں نہیں پہونچا سکے۔ جس شعور و اتحاد کا مظاہرہ فرقہ پرست عناصر کو ہرانے کے لئے کیا گیا اگر وہی شعور و اتحاد کا مظاہرہ اپنے صحیح نمائندوں کو کامیاب بنانے میں کیا جاتا تو یہ سیاسی تصویر زیادہ مکمل ہو سکتی کم از کم یہ مستقبل کے لئے ایک اچھی اور صحت مند علامت ہوتی۔

لیکن وقت ابھی — گذرا نہیں۔ یہ اور زندہ و باشعور قوموں کے لئے وقت کبھی نہیں گذرا کرتا، چند سال قوموں کی زندگی چند دنوں کے برابر ہوتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے گذر جاتے ہیں لیکن اس کے لئے ہمارے ذہن و شعور کو ابھی سے تیار رہنا چاہئے اسی کے ساتھ صوبائی سطح پر ابھی ہمارے کرنے کے لئے بہت جگہ بہت کچھ موجود ہے اور اسی طرح ضائع کرنے اور کھونے کیلئے بھی۔

جو صورت حال خود اپنے مسئلہ میں مسلمان اختیار کر رہے ہیں وہ کسی طرح امید افزا نہیں کہی جا سکتی۔

یہ نہایت درجہ افسوس کی بات ہوگی کہ ہم کسی سیاسی پارٹی کو جتانے یا ہرانے کے لئے تو متحد ہو جائیں، ایک آواز اور ایک جان ہو جائیں، اور خود اپنے نمائندوں کو کامیاب بنانے کے لئے ہمارے اندر اس شعور و وحدت ملی کا کوئی ذرہ نظر نہ آئے۔

ہم اپنے ووٹوں اپنی محنت اپنے جوش عمل اور احساس شعور سے نیز اپنے ووٹوں کے بڑھتے ہوئے تناسب سے کسی کو پارلیمنٹ کی سیٹ دلوا دیں اور کسی کو وزارت کی کرسی۔ لیکن ہمارے یہ ووٹ خود ہمارے لئے اس درجہ بے اثر ہو کر رہ جائیں کہ ہم ان جماعتوں کا ایک آدمی کامیاب نہ ہو سکے جو اپنے کو مسلمانوں کی نمائندہ اور ترجمان قرار دے رہی ہیں۔

یہ وہ بات ہے جو مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت سے زیادہ خود مسلم ووٹروں کے سوچنے سمجھنے کی ہے۔ ان کو اچھی طرح یقین کر لینا چاہئے کہ آئندہ اس طرح کام نہیں چلے گا۔ صوبائی سطح پر جو پوزیشن ان کو حاصل ہے اس میں وہ نہ صرف اپنے جرأت مند، بےباک، سمجھدار اور صاحب ضمیر نمائندے اچھی تعداد میں بھیج سکتے ہیں بلکہ سیاسی طور پر اثر انداز ہونے کی حیثیت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

لیکن اس کا راستہ ایک ہے، متحدہ اجتماعی ووٹ اور ووٹوں کا صحیح تناسب۔ جس کو وہ اپنے مسائل کے لئے زیادہ مفید اپنے صوبائی حالات کے لئے زیادہ موزوں، زیادہ قابل اعتماد اور زیادہ مخلص و دیانتدار، زیادہ با اصول و باکردار سمجھیں اگر وہ اس کو ۹۰ فیصدی ووٹ دیں اور ۷۰، ۸۰ کے قریب ووٹوں کا تناسب ہو تو انشاء اللہ وہ جس آدمی کو پسند کریں گے اس کو ہاؤس میں بھیج سکتے ہیں بلکہ ان کو اتنی اچھی تعداد میں کامیاب کروا سکتے ہیں جن کو ہاؤس کے اندر کوئی سیاسی پارٹی نظر انداز نہ کر سکے گی۔ اور نہ صرف ان کی بات غور سے سنی جائے گی بلکہ ان کے مشورہ پر عمل بھی کریگی اور ان کے تعاون و تائید کی خواستگار ہوگی۔

اگر اس صوبہ پر نظر ڈالئے تو یہاں آپ کو طرح طرح کے مسائل نظر آئیں گے تنہا ایک بچوں کی تعلیم کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس کی سنگینی کا ابھی تک ہم کو پورا اندازہ نہیں ہو سکا، اور باوجود اس کے کہ آج ہمارے سینکڑوں ہزاروں نونہال اس مشرکانہ تعلیم کے نتیجہ میں اپنے دین سے بیگانہ اور خدا و رسول سے بے تعلق ہوتے جا رہے ہیں، ہم کو اس مسئلہ کا صحیح احساس نہیں اور جن کو احساس ہے وہ سیاسی بے اثری کی وجہ سے بے دست و پا اور لاچار نظر آتے ہیں، فرقہ وارانہ فسادات کا مسئلہ

قرآن کا پیام

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ ع قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ
فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

بے شک یہی ہے سچا واقعہ کوئی معبود نہیں ہے بجز اللہ کے اور بے شک اللہ ہی تو زبردست حکمت والا ہے سو یہ اگر (اب بھی) سرتابی کریں تو بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے مفسدوں کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسے قول کی طرف آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم بجز اللہ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا پروردگار ٹھہرائے پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا ہم تو فرمانبردار ہیں۔ اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑ رہے ہو۔ دراں حالیکہ توریت و انجیل تو ان کے بعد ہی اتری ہیں، تو تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔

ان ھذا :۔ یعنی یہ سارا سلسلہ واقعات جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح و مادر مسیح دونوں بشر محض تھے۔

ما من الٰہ الا اللہ :۔ کوئی بھی شریک الوہیت نہیں۔ نہ بہ لحاظ ذات نہ بہ لحاظ صفات اقنوم وغیرہ کے قصے سب خرافات ہیں۔

من :۔ زائد و تاکید کلام کے لئے۔

القصص :۔ اسم ہے۔ جس سے مصدر کا بھی کام لیا جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں فعل بہ معنی مفعول استعمال ہوا ہے۔

العزیز :۔ ہر ارادہ پر غالب۔ قادر مطلق اس صفت میں مسیح وغیرہ کوئی بھی باری تعالےٰ کا شریک نہیں۔

الحکیم :۔ حکیم مطلق۔ ہر جزوی اور ہر کلی ارادہ میں حکیم اس صفت میں مسیح وغیرہ کوئی بھی باری تعالےٰ کا شریک نہیں۔

(اور اپنے اسی علم کامل و محیط کے مطابق ہر ایک کو سزا دینے والا)

فان تولوا :۔ یعنی اتنی توضیحات کے بعد بھی اپنی سرتابی جاری رکھیں

المفسدین :۔ یعنی جو لوگ دین و اعتقاد میں فساد برپا کرتے ہیں اور بجائے توحید کے شرک ہی کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔

(وہ نہ کسی کو خدا کہہ کر، نہ اقنوم ٹھہرا کر، نہ مظہر یا اوتار بنا کر نہ کسی اور حیثیت سے)

لا نعبد الا اللہ :۔ پروٹسٹنٹ فرقہ کئی صدی بعد کی چیز ہے۔ قرآن کے معاصر جو مسیحی تھے وہ کیتھولک فرقہ یا کلیسائے رومی کے متبع تھے۔ اور اس فرقہ میں مسیح پرستی اور روح القدس پرستی تو خیر تھی ہی، اس کے علاوہ بھی خدا معلوم اور کتنی پرستیاں موجود تھیں۔ مریم پرستی اولیا پرستی، ولی پرستی اور وغیرہا۔ آیت کا یہ ٹکڑا شرک کی جلی خفی ساری صورتوں کی تردید کر رہا ہے۔

قل :۔ خطاب رسول اللہ صلعم کو ہے۔

اھل الکتاب :۔ لفظ کی تشریح سورہ بقرہ کے حاشیوں میں ہو چکی ہے۔ مراد یہود و نصاریٰ دونوں ہو سکتے ہیں۔ گو یہاں اصلاً اشارہ نصرانیوں ہی کی جانب ہے۔

کلمۃ :۔ صیغۂ واحد میں ہے۔ لیکن اس سے مراد صیغۂ جمع کلمات بھی ہوتی ہے اور یہ کلام کے مرادف استعمال ہوتا ہے۔

بیننا :۔ اس صیغۂ جمع متکلم سے مراد مسلمان ہیں۔

سوآء بیننا و بینکم :۔ یعنی وہ اصل جو ہم کو تم کو دونوں کو مسلم ہے، جس کی قدر و قیمت و افادیت پر ہم سب کو اتفاق ہے۔ جس کی تعلیم تمہارے ہاں کے پیمبران حق ہمیشہ دیتے آئے ہیں اور یہودیت و نصرانیت دونوں دینوں کی بنیاد بھی اسی اصل پر ہے۔

توریت تو خیر تاکید توحید و ممانعت شرک سے لبریز ہی ہے، انجیل تک میں بھی یہی تعلیم موجود ہے: "تو خداوند خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (متی ۴:۱۰)

انجیل میں یہ کہیں بھی نہیں ہے، نہ صراحۃً نہ اشارۃً، کہ کچھ پرستش صرف خدا کی کرو اور بعض پرستشوں میں خدا کے ساتھ فرزند خدا اور روح القدس کو بھی شامل کر لیا کرو۔

(کہ عملاً اسے مرتبۂ خدائی پر رکھ دے)

اربابًا من دون اللہ :۔ مخلوق پرستی اور مخلوق کی الوہیت کی تردید تو اوپر ہو چکی اب تردید مخلوق کی ربوبیت کی ہو رہی ہے مخلوق میں سے کسی کو مطاع مطلق مان لینا بھی اس کو رب قرار دے لینا ہے۔

دون :۔ یہاں غیر بجز کے معنی میں ہے۔

پاکی عصمت کیتھولک مسیحیوں کا اور پادریوں کے اجتماع یعنی کلیسا (Infallibility) کی عصمت کل مسیحیوں کا متفقہ عقیدہ ہے۔ ایک محسوس کلیسا کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ اس پر ہمیشہ روح القدس کا سایہ رہتا ہے اس لئے مسائل میں کلیسا سے امکان خطا ہی نہیں ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۹۴)

قرآن مجید نے انسان کی ان ساری خود ساختہ عصمتوں پر ضرب لگا دی، یہیں سے ان گمراہ فرقوں کی بھی تردید نکل آئی جو اپنے مرشدوں یا اماموں کے مجرد قول بلا دلیل شرعی کو واجب القول ٹھہرا لیتے ہیں۔

کسی کو رب قرار دینے کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ اس لفظ کا بھی اطلاق اس پر کیا جائے بلکہ اس کے اندر اگر صرف صفات ربوبیت مان لئے گئے تو عملاً وہ رب ٹھہر ہی گیا۔

بعضنا بعضاً :۔ مفسر ابن حیان نے اس سے یہ نکتہ خوب نکالا ہے کہ الوہیت و ربوبیت کی تردید تو بس ایک فقرہ سے ہو گئی جب ایک دوسرے میں خلیت اور رشتہ ہم نسبتی قائم ہو گیا تو سب بنیلے

(باقی صلا پر دیکھئے)

ہے، ملازمتوں اور پولیس فورس میں نمائندگی کا مسئلہ اور جداگانہ کا مسئلہ ہے جس کے اسلامی کردار اور ملی خصوصیت کا تحفظ عام کرسی ممکن ہے۔ پرسنل لا کا سوال ہے جس سے مسلمانوں کے شرعی و قانونی دونوں طرح کے حقوق کے سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

اگر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اندرا کانگریس یا دوسری جماعتیں جو ۳۲ برس تک ان مسائل کو حل کرنے سے قاصر رہیں اچانک اس کو حل کردیں گی، تو یہ بڑی سادہ لوحی اور بھول ہوگی۔ اس لئے نہ صرف صحیح نمائندوں کو پہونچانا ضروری ہے بلکہ ان کی اتنی تعداد ہونی چاہیے کہ ان کی بات کا سیاسی وزن بھی ہو۔ مسلمان اگر کسی کو تخت پر بٹھادیں اور کسی کو تحت الثریٰ میں پہونچادیں تب بھی یہ بات ان کے لئے کافی نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اب یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے بہترین باصلاحیت افراد مجالس قانون ساز، حکومت اور ایڈمنسٹریشن میں شریک ہوں لیکن اپنی بنیاد پر، کسی بیساکھی کے سہارے پر نہیں۔ بیساکھی اگر اعلیٰ درجہ کے فولاد کی ہو تب بھی بیساکھی کہی جائے گی وہ کبھی اصلی پاؤں کی قائم مقام نہیں بن سکتی۔ ہمارے پچاس آدمی جو نامزد کئے جائیں یا کسی کے رحم و کرم پر ہوں، کسی کی خوشنودی کے امیدوار ہوں وہ گنتی کے ان چند آدمیوں کے برابر بھی نہیں ہوسکتے جن کے پیچھے ٹھوس طاقت ہو، ملت کا اتحاد و شعور ہو یا کم وحدت اور اجتماعیت ہو۔

یہ قدرت کا وہ قانون ہے جو عام طور پر کام کرتا ہے اور ہم مسلمان اس بات کو جس قدر جلد سمجھ لیں گے اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔ مسلمان اب ایک حلقہ سے دس کھڑے ہوں یا نہیں، ہمارا ووٹ صرف ایک کے لئے ہونا چاہیے اس کا دسواں حصہ بھی کٹ کر کسی اور جگہ نہ گرنا چاہیے۔

یہ وہ وحدت ہے جو افراد اور اشخاص کے ذریعہ نہیں جماعت کے ذریعہ پیدا ہوسکتی ہے جو جماعت ہمارے سامنے ہو، جس کے اندر قابل اعتماد [illegible] وہ اجتماع ہو [illegible] اور قابل بھروسہ نظم و ضبط ہیں۔ [illegible] جماعت اور کامل وحدت کے جذبے کے ساتھ [illegible] کے پیچھے ہو جانا چاہیے [illegible] کسی جماعت کے بیس تیس منتخب افراد کی کامیابی [illegible] ہر طرح کی صورت حال سے [illegible] بہتر ہے جس میں ہمارے دو [illegible] جماعت کا ایک آدمی کامیاب [illegible]

[illegible] کہ وہ ووٹ تحویل سکتا [illegible] سمجھا جا رہا ہے۔

سے کیا کرسکے گا، ایسی صورت میں مسلمانوں کا فرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اپنی طاقت کو محفوظ رکھیں اور ایسی تمام چیزوں سے کنارہ کش ہوجائیں جن سے بلا تفریق مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو۔ مسلمانوں میں اتحاد کس قدر مشکل کام ہے اس کا اندازہ ہم میں سے ہر شخص کو ہوگا، صوبہ کے ایسے اتحاد کو چھوڑ کر جو عملاً حاصل ہے ایک ایسے موہوم اتحاد کے پیچھے دوڑنا جس کی منزل بہت دور ہے کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔

اس لئے صوبائی اتحاد و اطاعت اور وحدت کے منافی نہیں، اور قبل اس کے کہ وہ "عظیم اتحاد" حاصل ہو ہم کو تفرقہ و انتشار و دوسروں کے سامنے خفت اور قومی ذلت کے اس سمندر سے گزرنا ہوگا جس میں ہمارے یہ سارے سنہرے خواب چکنا چور ہوجائیں گے، اور وہ بھی ہم کھو بیٹھیں گے جو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔

یاد رکھئے ملت کی طاقت اطاعت میں ہے جس صوبہ میں جو جماعت زیادہ قابل اعتماد کارگزار اور مقبول ہو اس کی اطاعت ہمارے لئے من حیث القوم ضروری ہے، خواہ وہ کوئی جماعت ہو۔ موجودہ الیکشن سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ ہر جگہ کے حالات مختلف ہیں اور صوبہ کے اپنے حالات اور ضروریات کا لحاظ رکھنا ہر موقع پر ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ اور اگر مسلمان کسی صوبہ میں وہاں کی جماعت کا مکمل ساتھ دیتے ہیں تو یہ بات اطاعت ہی میں شمار کی جائے گی، اس کے برخلاف ایک صوبہ میں دو یا تین جماعتوں کا قیام اتحاد و اطاعت کے نہ صرف منافی ہوگا بلکہ اس لئے ہر صورت میں ہمارے ووٹ یعنی سیاسی طاقت تقسیم ہوگی۔

ایک پرچم ایک جماعت کا نعرہ بہت دلفریب ہے، لیکن اگر یہی نعرہ ہر صوبہ، ہر شہر اور ہر ضلع میں، اتحاد کے بجائے انتشار، اطاعت کے بجائے نافرمانی اور اجتماعیت کے بجائے تفرقہ پیدا کرنے لگے تو محض نعرہ ہمارے

بدلتی ہوئی تصویریں

یہاں سے لے کر مشرقی پاکستان اور سوئز کے کناروں تک ہر جگہ کچھ بنتی بگڑتی ہوئی تصویریں نظر آرہی ہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ ان سطروں کے خشک ہونے سے قبل ہی ان میں سے کوئی تصویر مکمل ہوجائے، مشرقی پاکستان نے خود مختاری کا جو خواب دیکھا تھا اس کی عملی تعبیر ڈھاکہ کے مذاکرات میں بھی دیکھی جاسکتی ہو لیکن اس سارے معاملہ کا سب سے اہم عنصر وقت ہو۔ تمام فریقوں کو اتنا وقت درکار ہو جس میں حالات اگر خاص نہج پر پہونچ کر ایک جالیس طبیعتوں میں ٹھہراؤ پیدا ہوجائے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت زیادہ خوبی سے کام کرنے لگے۔ اندرونی و بیرونی محرکات فوری جذبات پر غالب آجائیں نیشنل اسمبلی کے دوبارہ انعقاد سے یقیناً اس میں مدد ملے گی لیکن طاقت کی تقسیم اور توازن کی راہ میں بھی بہت سے سمندر اور پہاڑ حائل ہیں۔ جو کچھ اب تک ہوچکا ہے اس میں سب سے بڑا دخل قوت برداشت کا تھا اور جو کچھ اب ہوگا اس میں بھی سب سے زیادہ کام صبر اور نفس کشی کا ہے سیاست کی طاقت میں نفس کشی کا اتنا بڑا امتحان شاید پاکستان کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہ پڑا ہو۔ ہمارا پڑوسی اس امتحان میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کامیاب ہوتا ہے تو [illegible] اس کے فیصلے کے لئے اب ہمیں زیادہ دن انتظار نہ کرنا پڑے۔

سوئز کی طرف چلئے جہاں بقول سادات [illegible] آنکھوں سے آنکھیں ملا رہی ہیں [illegible] جنگ تھی۔ لیکن جس جنگ [illegible] اس کا [illegible]

پھٹ جائے، مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف اسرائیل کو محفوظ سرحدیں فراہم کردی جائیں بین الاقوامی طور پر اس کی رجسٹری ہو تاکہ کسی فریق کو بغیر "چار بڑوں" کی رضامندی کے اس میں کسی تغیر و تبدیلی کا حق نہ ہو۔ لیکن یہ سب کچھ مزید علاقے دلوانے کے بعد۔ یہ لوگ شاید یہ سوچتے ہیں کہ جب اس طرح کا کوئی معاہدہ عمل میں آنا ہی ہے اور کچھ سودے بازی ضروری ہی ہے تو ایک داؤ اور کیوں نہ ہوجائے۔ پھر حسب عادت بڑی طاقتیں بیچ بچاؤ کریں۔ اس درمیان میں اسرائیل کے تمام مقبوضہ علاقے اس کو مل چکے ہوں۔

مصر کے دیرینہ دوست یا کرم فرما روس نے مصر کو جو جنگی مشین بہم پہونچائی تھی وہ صرف دفاع کے لئے تھی۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ محض دفاعی طاقت کے معنی ہیں "شرابِ ناب پیالی"۔

افسوس صرف یہی ہے کہ اس بار بھی مصر کا حکمت عملی وہی ہے جو پہلے تھی، روس کی اس زبردست اور مسلسل امداد کے بعد بیچارگی اور کسمپرسی کی جو فضا اس وقت مصر پر طاری ہے وہ اس کے لئے بہت بڑا سبق اور سامان عبرت ہے۔

ہمارے ملک میں جو کچھ ہوا اس پر ایک خاص زاویہ سے روشنی ڈالی جاچکی ہے لیکن اس کا ایک پہلو رہ گیا اور وہ یہ ہے کہ یہ غالب اکثریت بہت مبارک لیکن سیاست کا سارا مطلع جاہل اب وہ شعبۂ [illegible] کو طعن کے لئے [illegible] دور ہوجاتا تھا۔ یہ شور و غوغا کسی اور موقع کے لئے [illegible] اس وقت [illegible]

مشرق اوسط کی ڈائری

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ۱۹۵۱ء میں مصر کا سفر کیا۔ اور تقریباً سات ماہ تک وہاں قیام کیا۔ یہ انقلاب سے پہلے کی بات ہے، اس وقت مصر کی دنیا آج سے بہت مختلف تھی، مولانا وہاں روزنامچہ بھی مرتب فرماتے رہے جو مذکرات سائح فی الشرق العربی کے نام سے قاہرہ سے شائع ہوچکا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پہلی بار پیش کیا جارہا ہے۔ زیر نظر مضمون اس کی پہلی قسط ہے۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ ان شاء اللہ جاری رہے گا اور مفید و دلچسپ ثابت ہوگا۔

(ادارہ)

شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء شنبہ کی شام کو غروب آفتاب کے بعد اطالوی جہاز (راونڈا) ہمیں لے کر جدہ سے سوئز روانہ ہوا، جدہ کی بندرگاہ پر وداعی نظر ڈالتے ہوئے میں نے سرزمین مقدس سے بزبان حال عرض کیا، جزیرۃ العرب ہم تجھ سے جدا ہو رہے ہیں مگر اکتا کر نہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے، میرا یہ سفر بھی تیرے ہی رشتہ سے، اور تیرے اس عزیز خاندان کے افراد سے ملاقات کی غرض سے ہے جو بحر احمر اور بحر روم کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے، میں ان کو تیرا اسلام پہونچاؤں گا اور اس بات کا جائزہ لوں گا کہ تجھ سے جدا ہونے کے بعد زمانہ کی دست برد نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس دعوت پیغام کی مقدس امانت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، جسے یہ عزیز خاندان سارے عالم کے لئے لے کر نکلا تھا۔

ان شاء اللہ میں پھر تیرے پاس واپس آؤں گا اور تجھے ان اسلامی عرب ملکوں کی داستان بیان کروں گا۔ اس دیار میں تیرے فرزندوں کی وفا شعاری، یا تیرے پیغام کی ناقدری و ناشناسی کی جو بھی تصویر دیکھوں گا، بے کم و کاست تیرے سامنے پیش کردوں گا، نمائندہ یا رہبر کبھی جھوٹ نہیں بولتا، اس لئے کہ حقائق کو نظر انداز کرنا، چھپانا — یا مبالغہ آمیزی یا ضرورت سے زائد خوش گمانی، خود اسی کے بھائیوں اور دوستوں کیلئے باعث ہلاکت ہوسکتی ہے۔

سفر کے ساتھی: اس سفر میں میرے رفیق مولوی معین اللہ ندوی، اور مولوی عبدالرشید ندوی تھے، جو گذشتہ سال سے حجاز میں دعوت تبلیغ کا کام کر رہے تھے اور عربوں کو ان کا وہ پیغام یاد دلا رہے تھے جس کے لئے خدا نے ان کو منتخب کیا ہے، یہ عزیز حج کے زمانہ میں عالم اسلام اور عالم عربی کے لوگوں سے ملتے، آنے والے وفود سے انفرادی ملاقاتیں کرتے، اور اس موضوع پر ان سے تبادلہ خیال کرتے، پڑھے لکھے لوگوں کو ایسے عربی رسالے اور محاضرات پیش کرتے، جو ان کے ذہن کو اصل مسئلہ کی طرف موڑے، ان میں دینی شعور بیدار کرنے، اور موجودہ صورت حال کے نقص کو واضح کرنے میں مفید و معاون ثابت ہوں۔

یہ دونوں حضرات ہندوستانی و پاکستانی احباب کے تبلیغی پروگراموں میں بھی شریک ہوتے ان کے ساتھ دیہاتوں اور عرب قبائل کی آبادیوں میں گشت کرتے۔ جہاں تقریروں اور نجی ملاقاتوں کے ذریعہ دینی جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی اور دینی جدوجہد کے لئے ہمت بلند کرنے اور ایثار و قربانی سے کام لینے کی دعوت دی جاتی۔ یہ دونوں اس سفر میں میرے ساتھ رہیں گے اور میرے ہی ساتھ ہندوستان واپس آئیں گے۔

ہم نے شنبہ کی صبح کو محترم جلال حسن صاحب رکن مجلس الشیوخ (المصری) کو بذریعہ تار اس جہاز سے اپنی مصر کی روانگی کی اطلاع کردی تھی، چند دنوں پہلے مجھے ان کا گرامی نامہ ملا تھا جس میں انھوں نے میرے مصر کے عزم سفر پر اظہار مسرت، اور خوش آمدید کہا تھا، اور اطلاع دی تھی کہ وہ لندن کے سفر پر روانہ ہو رہے لیکن جلد ہی واپس آجائیں گے، انھوں نے اپنے سکریٹری استاذ حسنی صقر کو ہدایت کردی تھی کہ وہ میرے قیام کا نظم کریں۔

ہمیں رخصت کرنے کے لئے بندرگاہ تک برادران عزیز سید عبداللہ، سید رضوان، سید طاہر اور خواہر زادہ عزیزی محمد رابع ندوی آئے تھے! جو ابھی حجاز میں دو سال قیام کریں گے، اور دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھتے ہوئے، عربی زبان و ادب میں دستگاہ حاصل کریں گے، اور مدرسوں اور کالجوں کے طلبا میں کام کریں گے۔

عزیزی محمد رابع اس سفر میں برابر یاد آتے رہے کہ وہ سفر و حضر کے ساتھی اور علمی کاموں میں میرے معاون تھے، خدا کرے ان تمام عزیزوں سے اس سرزمین پاک میں پھر بخیر و عافیت ملاقات ہو۔

یکشنبہ ۱۳-۴-۷۰ھ مطابق ۲۱-۱-۱۹۵۱ء

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے: — رات اطمینان

دکون سے گذری، رات بھر ہوا کے تیز جھونکوں کے باوجود میٹھی نیند سوئے، صبح کو بیدار ہوئے تو طبیعت ہلکی اور چست تھی، ایک مصری دوست نے فجر کی اذان دی صبح کے تڑکے میں یہ پہلی حق کی آواز تھی، جو جہاز و سمندر کی پرسکون و خاموش فضا میں گونجی، یہ وہی آواز تھی جس نے کبھی سارے عالم کو بیدار کردیا تھا بحر و بر میں زندگی کی روح پھونک دی تھی، لیکن اسوقت یہ آواز جہاز کے سب مسافروں کو بھی نہ جگا سکی جو بہت تھوڑے تھے کتنی دلخراش حقیقت ہے کہ اذان آج اپنی قوت و طاقت، اور دلوں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت اس حد تک کھو چکی ہے، اس کی روحانی قوت و تاثیر کو سب سے زیادہ جس چیز نے کمزور و بے اثر کیا ہے، وہ مغرب کی مادہ پرستانہ ذہنیت ہے جس کو دین و عقیدہ، عبادت و نماز کے علاوہ تمام چیزوں میں کامیابی کی منزلیں نظر آتی ہیں۔ یہ ذہنیت اس کی قائل نہیں کہ نماز سونے سے بہتر ہے، بہرکیف کچھ لوگ جنھیں خدا نے توفیق دی بیدار ہوئے، اور ہم نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں جہاز میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے سمندر کا نظارہ ہوسکے، سمندر پرسکون تھا، ہوا تیز نہ تھی اور جہاز میں پریشانی کے کوئی آثار نہ تھے۔ میں استاذ احمد عبدالغفور عطار اور استاذ عبدالقدوس انصاری (ایڈیٹر المنہل) کی باتوں سے بہت خائف تھا اس لئے کہ یہ دونوں حضرات اپنے مصر کے سفر میں بہت پریشانیوں سے دوچار ہوئے تھے۔ چکر کی وجہ سے کھانا پینا تو درکنار اپنی جگہ سے حرکت تک کرنا آسان نہ تھا، خود میں بھی حج کے دنوں میں ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ پریشانیوں سے دوچار ہوا تھا۔ تقریباً ہفتہ بھر کھانے پینے کی طرف طبیعت مائل نہ ہوتی۔ بس کچھ چائے اور بسکٹ وغیرہ ہی پر اکتفا کرنی پڑی، لیکن خدا کا شکر ہے اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا، اس وقت تک — کوئی بات نہیں پیش آئی۔ اور اللہ کی ذات سے بہتری اور خیر و عافیت ہی کی امید ہے۔

ہمارا جہاز دراصل باربردار جہاز ہے جیسا کہ جدہ و سوئز کے درمیان عام طور پر چلنے والے جہاز عموماً تجارتی لکڑیاں اور ناریل، کولمبو اور ہندوستان کے جزیروں سے لاد کر لاتے ہیں، جہاز نے جدہ سے تقریباً پچاس مسافر لئے جن میں سے اکثر مصری اور حجازی تھے چھ ہندوستانی و غیر ہندوستانی تھے اور تھوڑے سوڈانی اور تکرونی تھے۔

جہاز کے مسافر: جہاز میں شام کے ایک نوجوان سے تعارف ہوا اس کے والد جدہ میں تجارت کرتے ہیں، ہندوستان کا بھی سفر کرچکے ہیں، یہ پڑھا لکھا سنجیدہ و باشعور نوجوان تھا۔ میں نے اسے اپنے دو رسالے حقیقت [illegible] اور ردۃ ولا ابابکر لہا دیئے

ڈاکٹر سید عبداللہ عباس ندوی جو رابطہ اسلامی مکہ مکرمہ میں ایک عہدہ پر فائز ہیں۔

ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی استاذ لیبیا یونیورسٹی

مولانا سید محمد طاہر منصور پوری مددگار ناظم ندوۃ العلماء

مولانا سید محمد رابع ندوی استاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء

اس نے دونوں رسالوں کو پڑھا اور پسندیدگی کا اظہار کیا، یہ نوجوان عرب ملکوں میں ادبیت کے غلبہ اور عام اخلاقی انحطاط سے (جس سے یہ ممالک دوچار ہیں) بہت نالاں و بیزار تھا۔

جہاز میں ہم نے تمام نمازیں جماعت سے پڑھیں جماعت میں شریک ہونے والے زیادہ مصری ہوتے تھے جہاز کے اور مسافروں کی بہ نسبت یہ لوگ نماز کی پابندی کا زیادہ اہتمام کرتے تھے، ان میں اکثر ملازمت پیشہ اور کاریگر تھے۔ جو جہاز میں کام کرتے تھے اور اپنے وطن جا رہے ہیں۔ ہم کو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے اندر، بڑی نیک روحی، خوش خلقی اور دین وعلم کی بڑی عزت اور اس سے خاص تعلق نظر آیا، عصر کے وقت ہمیں موسم میں کچھ تبدیلی محسوس ہوئی، اور اندازہ ہوا کہ اب ہم منطقۂ باردہ سے قریب ہو رہے ہیں اور کل شاید سردی سے ہمارا سابقہ پڑے گا۔

دوشنبہ ۱۴ار ۱۳/۷ ہجری مطابق ۲۲/۱/۱۹۵۱ء الحمد للہ صبح کو صحت و نشاط کے ساتھ بیدار ہوئے اور جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کی، پھر جہاز کے بالائی حصہ پر اس اطمینان کے ساتھ چہل قدمی کرتے رہے جیسے آدمی زمین پر چلتا ہو، جہاز بالکل ساکن تھا، کوئی حرکت تھی اور نہ پریشان کن ڈگمگاہٹ، تھوڑی دیر بعد ناشتہ اور چائے نوشی ہوئی۔

جہاز کا ماحول:- جہاز کی یہ چھوٹی سی آبادی جو مختلف ملکوں کے باشندوں پر مشتمل تھی، اس نے میری آنکھوں سے بہت سے پردے اٹھا دیئے، عورتوں میں حد سے بڑھی ہوئی آزادی، ستر پوشی کا بہت کم خیال، شرم و حیا اور پردہ یکسر نایاب میں ان عورتوں کو ہر طرح اور ہر موضوع پر اس طرح بے تکلف باتیں کرتے دیکھ اور سن رہا تھا، جیسے وہ غیر محرم نہیں نہیں بلکہ ذوی محارم ہیں، اکثر اوقات وہ مجھے بے پردہ نظر آئیں؛ مردوں کا حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے اندر اسلامی تعارف و ملاقات کا کوئی شوق اور احساس نہ پایا۔ پڑوس کا خیال یا اجتماعی زندگی کا کوئی اثر انہیں محسوس نہیں ہوا۔ یہ چیزیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ ہمارے اسلامی ملکوں میں اسلامی طرز زندگی بہت کمزور اور افسوسناک حد تک زوال پذیر ہو چکا ہے، اور اس کی جگہ ایسے طرز زندگی نے لے لی ہے جس میں آدمی صرف اپنی ذات اپنے پیٹ، اپنے آرام و راحت اور اپنے متعلقین ہی کی فکر کرتا ہے، کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، ہم اپنے ملک میں جب انتہائی قرب یا اشتراک باہمی اور رفاقت کی تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، لیکن اس وقت جب کہ ہم حقیقتاً ایک ہی کشتی میں ہیں ایک دوسرے کے بہت قریب ہونے کے باوجود بہت دور اور بیگانے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص الگ الگ کشتی میں سوار ہے۔

دن بھر ہم بحر اعظم افریقہ کے پہاڑوں کا نظارہ کرتے رہے ادھر جب رخ پھیرتے تو ہماری دائیں سمت سوئز نظر آتا ادھر بھی پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ تھا، شاید اسی میں کہیں جبل طور بھی ہو لیکن کوئی ایسا واقف اور باخبر نہ ملا جو متعین طور پر یہ بتا سکتا کہ طور سینا کس جگہ ہے خشکی کے دونوں کناروں کا باہمی فاصلہ برابر کم ہو رہا تھا یہاں تک کہ ہم کو دائیں بائیں دونوں سمت کے ساحل نظر آنے لگے ہمارے پاس سے بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں اس طرح گزرنے لگیں جیسے ہم خشکی کے راستہ پر ہوں اور سواریاں اور موٹریں دائیں بائیں سے گزر رہی ہوں،

مصر کا اشتیاق:- ہمیں اس کا اندازہ تھا کہ صبح کو سوئز پہنچ جائیں گے، لیکن اس کے اظہار میں کوئی تکلف نہیں کہ بکثرت سفر کرنے کے باوجود اس سفر میں ایک ناقابل بیان مسرت میرے دل میں ایسا کیف پیدا کر رہی تھی جس سے بچپن کی خوشی اور سب سے پہلے سفر کی یاد تازہ ہو گئی۔ مصر میرے دل و دماغ پر اس عزیز وطن کی طرح چھا گیا تھا جس سے انسان بچپن سے مانوس ہوتا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ مصر کے بارے میں میں نے بچپن سے بہت کچھ سنا اور پڑھا تھا۔ اس کے حالات اور شخصیتوں سے واقف تھا، وہاں کی کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھتے تھے، اور اگر میں یہ کہوں تو شاید غلط نہ ہو کہ میں اپنی ابتدائی میں مصر ہی کا مرہون منت ہوں اس میں ایسے صحافی اور ادیب ہیں جنھوں نے میرے ادب اور اسلوب پر اثر ڈالا اور ادب وانشا میں میں نے عرصہ تک ان کی تقلید کی ہے، مصری پریس سے شائع ہونے والی کتابوں سے میرا ربط اس طرح قائم ہے جیسے مصر سے باہر رہنے والے کسی عرب کا ہو سکتا ہے۔ میں اس کے ماہانہ رسالوں اور متعدد اخبارات کو فکر و رجحان کے اختلاف کے باوجود پڑھتا ہوں مصری پریس سے دین و ادب تاریخ و سیاست سے متعلق جو کچھ بھی شائع ہوتا ہے وہ میری نظر سے گزرتا ہے، میں اس کے ادیبوں اور صحافیوں سے اور ان کے مقام و مرتبہ سے اتنا ہی واقف تھا جتنا کہ اپنے ملک کے ادیبوں اور صحافیوں سے، اس کے بعد اگر مجھے مصر کا اشتیاق ہو اور اس کے قرب سے ایسی درجہ مسرت ہو تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(باقی آئندہ)

قرآن کا پیام	[illegible]

ہونے کی حیثیت سے برابر ہو گئے۔

(اے مسلمانو!)

یعنی اگر اب بھی قبول حق سے روگردانی کرتے رہیں اور اپنے اس گروہ اور ٹھہرائے ہوئے شرک سے باز نہ آئیں۔

(اور بہرحال و بہر صورت ہم ہی توحید خالص کے علمبردار و مبلغ ہیں۔)

مسلمون:- لفظی معنی فرمانبردار کے ہیں اور یہی اصطلاحی نام بھی اس امت کا پڑ گیا۔

اشهدوا:- اور یہود و نصاریٰ تو آج بھی مسلمانوں کی توحید خالص کی شہادت دے رہے ہیں قرآن مجید کے اعجاز بیان کا ایک مزید نمونہ!

(اور انھیں خواہ مخواہ یہودی یا نصرانی ٹھہرا رہے ہو۔)

خطاب یہود و نصاریٰ دونوں سے ہے۔

فی ابراهیم:- یعنی ابراہیم کے دینی مذہب کے بارہ میں۔

لِمَ مخفف ہے لما کا خبر کے التباس سے بچانے اور محض استفہام کا مفہوم رکھنے کے لئے آخر سے الف گرا دیا۔

یعنی جن کتابوں کو تم اپنی نام نہاد یہودیت اور نصرانیت کی بنیاد قرار دیتے ہو وہ تو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت بعد کی چیزیں ہیں، کیسی بے عقلی کی باتیں کرتے ہو کہ متاخر کتابوں کے سہارے اپنا مذہب ان کے سر چپکانا چاہتے ہو۔

انگریزی مطبوعات

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی:-

مسلمس ان انڈیا	۷/۰
قادیانیزم	۶/۰
ٹیلس آف دی پرافٹ	۲/۰
اسلام اینڈ دی ورلڈ	۱۳/۰
ویسٹرن اینڈ اٹس آنسر	/۷۵
اسلام اونلی وے	/۶۰
بٹوین ایسٹ اینڈ ویسٹ	/۵۰
ریلیجن اینڈ سویلائزیشن	۵/۰

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی:-

[illegible] اسلام از	۸/۰
اسلامک فیتھ اینڈ پریکٹس	۶/۰

پروفیسر مولوی سمیع صاحب ایم اے بی ٹی

دی بلیسڈ پرافٹ	۳/۰
اسلامز اچیومنٹس	۲/۰

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء

پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

صراط مستقیم

(از حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ)

اپنی اصلاح پر نظر اور دوسروں کے عیوب سے درگزر

ایک بات ضروری تحریر میں آنا مناسب اور اہم ترین ہے جو تمام باتوں کی جان ہے اور نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اس تحریر میں آیا اور جو آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ صرف اس لئے ہے کہ اپنی اصلاح اور اپنے عیوب کی تلاش اور اپنی کوتاہیوں کی تلافی اس سے مقصود ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ ان امور کے ذریعہ سے دوسروں کے عیوب تلاش کئے جائیں اور اگر کسی میں کوتاہی یا نقص پایا جائے تو اس کا ذکر کسی دوسری جگہ کیا جائے۔ یا اس کا عیب مجلسوں میں یا تنہائی میں کسی سے ظاہر کیا جائے یہ بدترین عیوب اور قبیح ترین گناہوں میں سے ہے اور بلند لوگوں کو پستی میں پہنچانے والی چیز ہے اگر کسی میں کوتاہی یا نقص یا کوئی کمی معلوم ہو یا دکھائی دے یا سننے میں آئے تو اس کو فوراً نظر انداز کر دو۔ اور دعا میں مشغول ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ اس کی یہ کوتاہی دور فرما کر اس کو صراط مستقیم کی رہبری فرمائے۔

بہت سے حضرات ایسے بھی ملیں گے جن میں سراپا کوتاہیاں نمایاں ہوں گی مگر یقین سے سمجھئے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی ہو گی جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو گی اور وہ خوبی شاید ان تمام برائیوں کو مٹانے اور ختم کرنے والی ہو گی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "ان الحسنات یذھبن السیئات" اور ہو سکتا ہے کہ ان کو یہ درجہ حاصل ہو "فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات" اسے کر رکھتا ہوں کہ جن کو سب اچھا کہتے اور اچھی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کا اچھا ذکر کرتے ہیں اگر ان میں اندرونی کوتاہی یا نقص و عیب تم کو معلوم ہو جائے تو اس کو منہ پر لانا تو درکنار خیال سے بھی دور کر دینا اور دعاء میں مشغول ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ یہ کوتاہیاں ہمارے برادر دینی کی دور فرما کر اس کو کمال اور بہتری پر پہنچا دے۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ (حشر رکوع ۱)

ترجمہ، اور نہ ڈال ہمارے دلوں میں کینہ اور حسد مومنوں کے لئے، اے ہمارے رب بے شک آپ رؤف رحیم ہیں۔

روز و شب اپنے اعمال کا جائزہ لینا اور ان پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔ دن گزرے تو شب میں یہ غور کر لیا جائے کہ آج کیا کام ہوئے اور ان میں کون سا کام اللہ کی رضامندی اور قرب حاصل کرنے کا ہوا اور کون سا کام غفلت اور دوری کا ہوا تاکہ استغفار سے اس کی تلافی میں مشغول ہو کر آئندہ کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی طرح رات گزرنے پر دن میں بھی یہ غور کر لیا جائے کہ رات کیسی گزری تو انشاء اللہ کافی ہو گا۔ ان اللہ یبسط یدہ باللیل لیتوب مسیئ النھار و یبسط یدہ بالنھار لیتوب مسیئ اللیل حتی تطلع الشمس من مغربھا (الحدیث) ترجمہ — اللہ تعالیٰ قبولیت توبہ کے لئے اپنا ہاتھ رات کے وقت پھیلاتے ہیں تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور اسی طرح دن میں اپنا ہاتھ کشادہ فرماتے ہیں تاکہ رات کا گنہگار اپنی توبہ پیش کرے اور یہ عمل برابر جاری ہے۔ یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے یعنی باب توبہ بند ہو۔)

باہمی مغائرت اسلام کے منافی ہو

خصوصیتیں جو باہمی پیدا ہیں خواہ وہ رشتہ کے سبب سے ہوں یا مریدی کے سبب سے ہوں یا شاگردی کے سبب سے ہوں۔ ان خصوصیتوں میں ایسا مبالغہ کرنا جس سے دوسری کی اہانت کا کچھ شائبہ پایا جائے بہت ہی ظلمت کا باعث ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک ھم الظلمون ۰ (حجرات رکوع ۲)

ترجمہ، اے ایمان والو نہ مذاق اڑائے تم میں سے کوئی قوم کسی دوسری قوم کا شاید کہ وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں (مذاق اڑائیں) دوسری عورتوں کا شاید کہ وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عیب لگاؤ آپس میں اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام بھی برا ہے اور جو توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔)

تعریف اور خصوصیت اسی حد تک ہو کہ دوسرے لوگوں سے ملت اور جماعت کی اہانت نہ نکلے اس میں اکثر قدم تجاوز کر جاتے ہیں۔ ایک جماعت والے دوسری جماعت سے مغائرت اختیار کئے ہوئے ہیں اور ایک پیر کے مرید دوسرے پیر سے بیگانہ ہیں اور ایک خاندان والوں کو دوسرے خاندان والوں سے مغائرت ہے۔ یہ تعلیم قرآن پاک اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے۔ اخوت اسلامی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس دن لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے اس دن صرف تقویٰ کی دوستی باقی رہے گی۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین ۰ (زخرف رکوع ۷)

ترجمہ، دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے اہل تقویٰ کے۔)

بہتر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق ہم سب کو عطا فرمائے کہ اگر کوئی شخص ہمارا برائی سے ذکر کرتا ہے خواہ سامنے ہو یا پیچھے تو ہم اس کا ذکر برائی سے ہرگز نہ کریں بلکہ اس بات پر غور کریں کہ اگر ہم میں وہ برائی موجود ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یہ برائی ہم سے دور ہو جائے اور اگر اس نے غلط کہا ہے تو اللہ کا شکر بجا لائیں کہ فضل ایزدی نے ہم کو اس برائی سے پاک رکھا ہے۔

نیک باشی و بدت گوید خلق
بہ کہ بد باشی و نیکت گوید

ترجمہ، اگر تو نیک ہو اور مخلوق تجھ کو برا کہتی ہے تو خیر! یہ بہتر اس بات سے ہے کہ تو برا ہو اور لوگ تجھ کو اچھا کہیں۔

انھیں باتوں سے انشاء اللہ تزکیہ باطن حاصل ہو کر فیضان و برکات قرآن پاک سے مستفیض ہونے کا موقع اور توفیق حاصل ہو گی۔

یہ بیان کردہ تمام امور متقدمین حضرات کی خوشہ چینی ہے جن کو ان حضرات نے بہت اچھی طرح واضح فرمایا ہے۔ یہاں صرف اعادہ کیا جا رہا ہے اور غفلت اور سہو کو دور کیا جا رہا ہے۔ تاکہ بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں۔ اس پر جو آیات شریف اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم موید ہوتی ہوں وہ تلاش کر لی جائیں۔ طوالت تحریر کی وجہ سے ان سب کو لکھنا مناسب نہیں سمجھا موجودہ زمانہ میں جو بات بھی کوئی کہے گا سابقین ہی کی خوشہ چینی سے کہے گا اس سے باہر نہیں جا سکتا۔

باقی

سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

(بانی ندوۃ العلماء)

از محمد الحسنی

مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

ندوۃ العلماء کے تخیل اور نصب العین اس کے کردار اور تاریخ اس کی خدمات، خصوصیات اور اس کے بانی و اولین رہنما کی سوانح حیات اور حالات و کمالات سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ معیاری کتابت و طباعت مجلد مع گرد پوش

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قسط ۲

سود اور ہماری زندگی

عبدالمجید اصلاحی

اب آپ امت کی پوری تاریخ نگاہ میں لائیں کیا قرآن کے مذکورہ بالا بیان کے مطابق اس امت پر وہ سب کچھ نہیں آچکا ؟ کیا اقتدار اور سلطنت اور دولت و عزت کی نعمتوں سے سرفراز ہونے کے بعد اس نے دعا، استغفار اور پھر نیازمندی کا راستہ ترک کر کے خدا فراموشی اور بے نیازی کا راستہ اختیار نہیں کیا؟ کیا اس نے اپنے بھائیوں کے تعلقات کی پرواہ کئے بغیر اپنی دوستی کے لئے ان کا انتخاب نہیں کیا جو یا تو غیر مسلم کافر تھے یا مسلمان تھے مگر انھوں نے نجات کی وہ راہ چھوڑ دی جو قرآن کی راہ تھی ؟ پھر کیا امت مسلمہ پر ظلم و ستم، بے توفیقی اور کسمپرسی کا وہ عالم طاری نہیں ہوا جو بھائیوں کو چھوڑنے اور ظالموں سے دوستی استوار کرنے کا لازمی نتیجہ ہے ؟ کیا شرک و معصیت اور نفاق و عصبیت کی شرربار بجلیوں نے امت کے خرمن حیات کو جلا کر خاکستر نہیں کر دیا ؟ کیا وہ دن بھی نہیں آگیا جس میں جہالت اور نفسانیت کا سیل رواں انسانیت اور سلامتی کا ہر نشان حرف غلط کی طرح نہیں مٹا چکا ؟ کیا ایمان اور ضمیر کی کوئی قیمت اس بازار میں موجود ہے ؟ کیا اسلام غربت اور اجنبیت کا شکار ہو کر علم، برکت و رحمت کے ضمن میں بے اثر نہیں ہو چکا ؟ کیا یہ کسمپرسی کم نہیں ہے کہ امت مسلمہ کو دنیا کے ہر گوشہ میں میدان حیات سے بے دخل کیا جا چکا ہے ؟ کیا اس کی آواز اس ابھری دنیا کے اندر صدا بصحرا نہیں ہو چکی ؟ اور کیا یہ ذکر بنا حقیقت نہیں ہے کہ پچھلی قوموں کی طرح اس امت میں مصلحین کی تعداد کم ہے، اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پچھلی قوموں نے اگر بعض کتاب کے اندر مختلف رہ کر عیش کوشی اور جرائم کی راہ اختیار کی تو اس امت کے ظالمین نے عمل بالکتاب میں اختلاف کیا اور عیش کوشی اور جرائم کا راستہ پسند کیا ؟

بلاشبہ یہی وہ مصیبت تھی جس نے حضور پاک کے بال قبل از وقت سفید کر ڈالے تھے۔ سورۃ الضحیٰ کے مضمون پر غور فرمائیں۔ اس میں کہا گیا ہے۔

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ الم یجدک یتیماً فآویٰ ووجدک ضالاً فھدیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر واما بنعمۃ ربک فحدث

مذکورہ بالا آیات کے اندر حسب ذیل حقائق نمایاں ہیں۔

۱۔ تاریکی کے بعد روشنی اور روشنی کے بعد تاریکی آیا کرتی ہے۔ یہی معاملہ بندگان خدا کے ساتھ بھی پیش آتا ہے۔

۲۔ حضورؐ اور امت کو خواہ ان میں بدکاروں کی تعداد زیادہ اور نیکوکاروں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ نہ چھوڑا ہے اور نہ ان سے بیزار ہوا ہے۔

۳۔ انجام کار بہرحال آغاز سے بہتر ہے آپ کی امت عنقریب بڑھے گی۔ اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی جیسا کہ فتح مکہ کے بعد پیش آیا اسی طرح آخری زمانہ میں بھی امت کی تعداد بڑھے گی۔ ثلۃ من الاولین و قلیل من الآخرین۔

۴۔ تجھ کو یتیم پایا گیا پناہ دی گئی۔ گم کردہ راہ پایا گیا ہدایت دی گئی کنگال پایا گیا بے نیاز کیا گیا اور جس طریق کار کو اپنانے کے بعد تم یتیمی سے نکل کر پناہ میں آگئے۔ گم کردہ راہی سے نکل کر ہدایت پر آگئے۔ اور فقر سے نجات پا کر بے نیازی کی حالت میں ہو پہنچ گئے اس کو چھوڑ دینے کے بعد تمہاری امت بھی یتیم و گم کردہ راہ ہو جائے گی اور اس کی بے نیازی چھین لی جائے گی۔ لنسوا اللہ فانساھم انفسھم۔ اور فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔

۵۔ مذکورہ حالت پیش آجائے تو اس کا علاج ہے یتیم پر دباؤ نہ ڈالنا، طالب راہ حق کو نہ جھڑکنا۔ اور پھر خدا کی رحمت سے اور آفات و بلایا کے دور ہونے سے مایوس نہ ہونا، نماز پڑھنا، قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی تعلیم دینا۔ دین کی نشر و اشاعت کرنا۔

غور فرمائیں کہ آج دنیا میں صرف امت مسلمہ ہی وہ امت نہیں ہے جس پر نکبت و ادبار اور زبونی اور پستی کے بادل چھائے ہوئے ہیں ؟ خوب خیال فرمائیں کہ ساری قوموں میں صرف یہی امت وہ امت نہیں ہے جو اپنی عزت و آبرو کا راستہ تلاش کر رہی ہے ؟ اور پھر یہی امت وہ امت نہیں ہے جو زندگی کے ہر گوشہ میں فقیر اور کنگال ہو چکی ہو ؟

ہم اس امت کی یتیمی اور کسمپرسی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے سرمایۂ زندگی کو ہر کس و ناکس بے تحاشہ استعمال کر رہا ہے۔ جگہ جگہ پٹ رہی ہے یا مرتی ہے اس کی خبر لینے والا کوئی نہیں ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ وہ اپنی عزت و حفاظت کی راہ میں —— برابر سرگرداں ہے۔ وہ کوشش کرتی ہے مگر اس کی کوشش رائیگاں جاتی ہے، وہ پھر راستہ تلاش کرتی ہے مگر یہ کوشش بھی رائیگاں چلی جاتی ہے۔ وہ پھر اٹھتی ہے اور کوششوں کے رائیگاں جانے کے باوجود کسی دن بھی راہ صواب تلاش کرنے کی جد و جہد سے دست بردار ہو جانا منظور نہیں کرتے۔ خود اسی ہندوستان کے اندر سید احمد شہیدؒ، سید اسمٰعیل شہیدؒ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شیخ احمد سرہندیؒ، تحریک دیوبند علی گڑھ، ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ، تحریک جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، مسلم مجلس مشاورت، جمعیۃ العلماء، مسلم کنونشن، تحریک جمعیۃ اہلحدیث، اور اسی طرح کی ہزاروں کوششیں امت کی جانب سے ہوتی رہی ہیں، جو اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ امت راہ حق کی تلاش میں سرگرداں ضرور ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر قوم مالا مال ہو چکی ہے مگر امت مسلمہ وہ واحد امت ہے جو بالکل کنگال اور بے مایہ پڑی ہوئی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہو کہ اپنی مالی اور معاشی تہی دستیوں کے باعث وہ اپنا قبلۂ اولیٰ بیت المقدس اپنے ہاتھوں سے کھو چکی ہے۔

کیا یہ سب سے بڑی مصیبت نہیں ہے جس نے آنحضورؐ کے بال قبل از وقت سفید کر ڈالے تھے ؟

آیئے اب تھوڑی دیر کے لئے سورہ حجرات کے مضمون پر غور کریں۔

سورہ حجرات زجر و توبیخ اور فہمائش و تحکم اس امت کے اندر پیدا ہو سکنے والے غرور کو کچلنے کی صورت ہے۔ مگر آواز اور انداز کی نرمی اور نازکی میں گرج کا لہجہ ہے۔ ایک ایسا لہجہ جس میں شفقت و محبت کا رعب و جلال چھپا ہوتا ہے، رعب و جلال بھی اس کی پاکیزگی بھی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے باغباں اپنے شگفتہ پھولوں سے لدے ہوئے چمن کو مستقبل کے باد سموم سے بچانے کے لئے مضطرب سا ہے۔ ابتدائی آیات پیش نظر رکھ کر مطالعہ فرمائیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ رسول اللہ کے سامنے بلا پوچھے اپنے خیالات کا اظہار نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

۲۔ نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو جیسا کہ تم باہم کیا کرتے ہو۔ ورنہ حبط اعمال کا اندیشہ ہے نبی سے جھگڑو نہیں۔ آپ کے فیصلہ پر صبر کرو۔ آپ سے عجلت کا مطالبہ نہ کرو۔ اور آپ کو پردہ حجرات پکارا نہ کرو۔

۳۔ کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہوائے انسانی و جہالت سے کسی قوم

(باقی صفحہ پر)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

(ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم اے، پی ایچ ڈی ریڈر شعبۂ عربی ونکٹیشور یونیورسٹی آندھرا)

اسلامی تاریخ کے روشن صفحات میں حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کا نام اس طرح نمایاں ہے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند۔ قریش کے دو دانشور مشہور ہیں ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح۔ وہ ان بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور ان کا نام سابقین اولین میں ہے۔ ان کا خلوص اللہ و رسولؐ سے انکی محبت اور ایمان و عمل میں پختگی کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "امین امت" کے لقب سے نوازا۔

اللہ نے ان کو ایک اور صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی جس کو انھوں نے اللہ کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا جنگجوئی بہادری اور جرأت ان کے ضمیر میں تھی آنحضرتؐ کے زمانہ میں غزوات میں وہ پیش پیش رہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ان کو اس لشکر کا سپہ سالار بنا دیا جو شام کو فتح کرنے کے لئے انھوں نے روانہ کیا تھا حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو معزول کر کے تمام اسلامی فوجوں کا ان کو سپہ سالار بنا دیا جو فتح شام کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے دمشق کو ۶ دن کا محاصرہ کرنے کے بعد فتح کیا پھر اردن کی طرف کوچ کیا اور روم کے لشکروں کو شکست دی پھر بیسان آکر اس کو فتح کیا۔ اس کے بعد حمص، حماۃ، حلب اور انطاکیہ کے علاقوں کو فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر دیا۔ ان میں بعض علاقے صلح کے ذریعہ اسلامی حکومت کے زیر نگیں ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ محض ایک فوجی قائد نہ تھے بلکہ ایک عمل پسند سیاست داں بھی تھے۔ وہ جس علاقہ کو فتح کرتے اس میں فوجی تنظیم قائم کر کے اس کے انتظامی معاملات کو بہتر بناتے عوام کی سماجی ضرورتوں کا خیال رکھتے ان کے لئے آسانیاں فراہم کرتے اور انصاف کو بنیادی اہمیت دیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ جس ملک پر مسلمان قابض ہوتے وہاں کے لوگ ان کی حکومت کا موازنہ رومیوں کی حکومت اور ان کے نظام سے کرتے اور عملی طور پر محسوس کرتے کہ مسلمانوں کا نظام حکومت اور نظام عدل رومیوں سے افضل ہے اس لئے کہ وہ فاتح مسلمانوں کی مدد کرتے اور ان کا ساتھ دیتے۔

یہ حضرت ابو عبیدہؓ کی حکمت عملی تھی کہ وہ اجسام کو فتح کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ قلوب کو بھی فتح کرتے تھے جو زیادہ مشکل کام ہے۔ وہ اپنے حسن و عمل، انصاف اور دیانتدارانہ سیاست سے لوگوں کے دل جیت لیتے تھے اور لوگ سمجھ لیتے تھے کہ ان کا اپنا کوئی مفاد نہیں یہ ساری جد و جہد خود انسانی بھلائی کے لئے ہے۔

ان کی کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک معمولی فوجی سے بھی کمتر تصور کرتے تھے وہ یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ ان کو عام فوجیوں کے حصے سے زیادہ کسی چیز میں حصہ دیا جائے۔ انتقال کے وقت تلوار اور ڈھال کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا۔ روٹیوں کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ تناول نہ فرماتے تھے۔

اس سادگی، پاکیزگی اور بے نیازی نے ان کے ماتحت کام کرنے والے فوجیوں کا دل جیت لیا تھا۔ خود حضرت عمرؓ پر ان کی ایثار نفسی، قربانی اور سادہ زندگی کا غیر معمولی اثر تھا۔

کہا جاتا ہو کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن اپنی مجلس میں اہل مجلس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی تمنائیں ظاہر کرو۔ ہر شخص نے اپنی آرزو کا اظہار کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

" اما انا فانی اتمنی بیتاً ممتلئاً رجالاً مثل ابی عبیدۃ بن الجراح "

لیکن میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ ایک ایسا گھر ہوتا جو عبیدہؓ جیسے انسانوں سے بھرا ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تین شخص قریش میں ایسے ہیں جو بڑے وجیہ، خلیق اور مستقل مزاج ہیں وہ اگر گفتگو کریں گے تو جھوٹ نہ بولیں گے اور نہ تم کو جھٹلائیں گے۔ یہ ابوبکر صدیقؓ عثمانؓ بن عفان اور ابو عبیدہؓ بن جراح ہیں۔

اسلام کے جہد یاروں میں شام اور فلسطین جیسے اہم علاقوں کی فتح درحقیقت حضرت ابو عبیدہ کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھی انھوں نے اتنا عمدہ فوجی نقشہ بنایا تھا جس نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ شام میں ایک جنگ کے موقع پر رومی لشکروں کی شان و شوکت، ساز و سامان اور کثرت تعداد دیکھ کر اسلامی لشکر دہشت زدہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ کو جوش آیا اور اسلامی فوج کے سامنے کھڑے ہو کر انھوں نے فرمایا۔

ایھا الناس ان ھذا الیوم لہ ما بعدہ اما من حی منکم فانہ یصبح لہ ملکہ وقرارہ واما من مات فانھا الشھادۃ فاحسنوا باللہ الظن ولا یکرھن الیکم الموت امر فذا اقتر فہ احدکم دون الشرک توبوا الی اللہ وتعرضوا للشھادۃ، فانی اشھد ولیس اوان اوان کذب انی سمعت رسول اللہ یقول: من مات لایشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ۔

اے لوگو! آج کے دن کا اثر مستقبل پر پڑنے والا ہے جو تم میں سے زندہ رہے گا اس کے لئے ملک و مکان کی عمدگی ہو گی جو مرجائے گا اس کو نعمت شہادت نصیب ہو گی۔ پس اللہ سے حسن ظن رکھو، شرک کے علاوہ اگر کسی نے کوئی گناہ کیا تو اس کی بنا پر موت کو ناپسند کرے۔ خدا سے توبہ کرو اور شہادت کے لئے تیار ہو جاؤ اس لئے کہ میں گواہی دیتا اور یہ وقت جھوٹ بولنے کا نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جو بلا شرک کئے مرجائے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اس تقریر کو سن کر اہل لشکر میں اس قدر جوش اٹھا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت خالدؓ بن ولید میمنہ پر تھے۔ حضرت عباس میسرہ پر اور حضرت ابو عبیدہؓ قلب میں تھے پھر تو ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ ہر شخص کے دانت کھٹے ہو گئے اور اس کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی مسلمانوں کو اللہ نے فتح دی اور رومی مارے گئے۔ شام فلسطین اور اردن سب حضرت ابو عبیدہؓ یا ان کی فوج کے اہم قائدین نے فتح کر کے ان پر اسلام کی عظمت کا نقش قائم کر دیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اسلام کی بلندی کے لئے اپنی زندگی تج دی تھی۔ دنیا سے ان کو کچھ سروکار نہ تھا۔ حضرت عمرؓ جب شام تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کا استقبال کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے خواہش کی کہ مجھے اپنے گھر لے چلئے غالباً اس بہانہ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ انھوں نے کیا کیا مال و متاع گھر میں جمع کر لیا ہے زندگی میں سادگی ہے یا شاہانہ انداز ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا! میرے پاس چل کر کیا کیجئے گا۔ پھر وہ گھر لے گئے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی وہاں کچھ نظر نہ آیا تو بولے اے امیر تیرا سامان کہاں ہے ؟ پھر پوچھا کچھ کھانے کو ہے حضرت ابو عبیدہؓ کھڑے ہوئے اور پٹاری سے کچھ روٹی کے ٹکڑے نکالے اس کو دیکھ کر حضرت عمرؓ بے اختیار رو پڑے۔ اور فرمایا۔

" غیرتنا الدنیا کلنا غیرک یا ابا عبیدۃ "

" اے ابو عبیدہ! دنیا نے تیرے علاوہ ہم سب کو بدل دیا ہے "

جس طرح زندگی کو ایک عظیم کردار سے انھوں نے روشن کر دیا اسی طرح موت بھی ان کے لئے ایک زبردست آزمائش بن کر آئی جس میں وہ پورے اترے اور انھوں نے ایک عملی نمونہ صبر و استقامت کا قائم کر دیا۔ جب طاعون عمواس پھیلا تو حضرت

(باقی صفحہ ۱۴ پر دیکھئے)

غالب ——— اور ——— مومن

حافظ سید حبیب الرحمن اعظمی

غالب کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر ہم پر یہ پڑتا ہے کہ وہ ہر جگہ اچھوتا خیال پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ لطف آئے یا نہ آئے اور مضمون چاہے پیچیدہ ہو جائے، حمد شروع کرتے ہیں تو پہلا ہی شعر دور از کار معنی رکھتا ہے اور تلمیح طلب ہے۔ لطف کچھ نہیں پیدا ہوتا اور خدا کی تعریف نہیں معلوم ہوتی بلکہ قصہ کے لحاظ سے فریادی بن کے آتے ہیں۔ کاغذیں چونکہ لکھوا رہے ہیں اس لئے کاغذ کے لحاظ سے فریادی مانا ہے اور ایران کے فریادیوں سے مثال دی ہے اس میں خدا کی تعریف ہی کیا نکلی۔ سوا اس کے کہ شاعر کی تعریف کی جائے کہ ایک اچھوتا خیال باندھا ہو یا یہ کہ ان کی نظر بڑی وسیع ہے اور ایران کے حالات سے خوب واقف ہیں شعر کو سے

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

سننے والے یا اس شعر کے پڑھنے والے کو کچھ لطف نہ آیا ہوگا نہ آئے گا وہ بھول بھلیوں میں پھنس جائے گا شرح اٹھا کر دیکھے گا تو پتہ چلے گا ...... لعنت کی۔ ذوق گردانی کرتا رہے دل گرفتار ہے مگر مطلب نہ سمجھے گا جب تک غالب کے مطالعہ کرنے والوں سے نہ پوچھے۔ اور مومن کا یہ جو شعر ہے الفاظ کے معنی سمجھ کر جھوم جائیگا

یہ شعر صنعت بھی رکھتا ہے کا ہے فرماتے ہیں سے
الحمد لواہب العطایا ——— اس شور نے کیا مزہ چکھایا۔

یعنی تعریف ہے اس کی جس نے خوب بخششیں کیں دوسرے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ اس مصرع کے شور نے کیا لطف پیدا کیا، کیسا مزہ آیا۔ شور، نمک کو بھی کہتے ہیں اور نمک کے بغیر بہت سی چیزیں بے مزہ رہتی ہیں۔ نمک ہی مزہ پیدا کرتا ہے پھر ایک جگہ اس کی بے نیازی کو بتاتے ہیں۔

اللہ ری تیری بے نیازی۔ یعقوب کو مدتوں رلایا!
یوسف سے غم نہ کوئی حال۔ زندان عزیز دیا!

عزیز دو جگہ لائے اور معنی الگ الگ ہیں۔ پہلے سے مطلب پیارا اور محبت سے ہے۔ اور دوسرے کا مطلب عزیز مصر ہے۔ غالب کے لئے یہ مشہور ہے کہ بہت سے اشعار نکال دیئے گئے مگر پھر بھی فارسی ترکیبیں بہت ہیں مثلاً یہ دو شعر

ہوائے سیر گل آئینہ بے مہری قاتل
کہ انداز بخوں غلطیدن بسمل پسند آیا!

اس میں اگر آیا کے بجائے آمد نہ دیا جائے تو بالکل فارسی کا شعر ہو جاتا ہے۔ دوسرا شعر

تغافل نا بہت عاجز آ آخر بخن رقیب
دے کے خارِ حسن نے خامہ مانی مانگے

ان میں صرف اردو کا لفظ ہے۔ اردو کی خوبیوں سے عاری

ان فلسفہ کہا جا سکتا ہو۔ پھر اس میں اقبال ان سے بہت آگے جاتے ہیں۔ غالب اچھوتا مضمون پیدا کرنا چاہتے ہیں ان میں فلسفہ آ جاتا ہے اور اقبال فلسفہ قصداً پیش کرتے ہیں اور وہ سب سے اونچا ہوتا ہے۔ ان کے فلسفہ سے مذہب کی تقویت ہوتی ہے اور اچھائی اور خوبیوں کی تلقین ہوتی ہو اور ہمیں کی نصیحت ہوتی ہے۔ جس کی ہر زمانہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ پھر غالب کی نظر میں دنیا کچھ نہیں سوا رنج و غم کے، فرماتے ہیں سے

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

مگر اس کے برخلاف مومن صاحب فرماتے ہیں سے

چھٹ کر کہاں اسیر محبت کی زندگی
ناصح یہ بند غم نہیں قید حیات ہے

غالب ہستی کو کچھ مانتے ہی نہیں، جب ہستی کچھ نہیں تو پھر تنگ و دو کچھ نہیں کوئی اس سے سبق نہیں لے سکتا۔ غالب کے دو شعر ہیں سے

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

دوسرا شعر ہے سے

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں سے

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

اس کے برخلاف مومن کہتے ہیں اور مقطع خوب کھپاتے ہیں مذہبی ہونے کی وجہ سے تخلص بھی مومن کرتے ہیں فرماتے ہیں سے

پیہم سجود پائے صنم پر دم وداع
مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

اے تپ ہجر دیکھ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

لے نام آرزو کا تو دل سے نکال لیں
مومن نہیں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

غالب کہتے ہیں سے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

قتل کے بعد یا تو دلیری آ جاتی ہے یا شرمندگی ہوتی ہے۔ اکثر قتل کے بعد ایک انسان کو پچھتاوا ہوتا ہے ———

مومن صاحب فرماتے ہیں سے

کر کے زخمی مجھے نادم ہوں یہ ممکن ہی نہیں
گر وہ ہوں گے بھی تو بے وقت پشیماں ہونگے

حقیقت سے زیادہ قریب ہے۔ قتل کرنا شاعر کے نزدیک ہنسی کھیل ہے مگر پھر بھی زخمی کرنا اس سے زیادہ آسان ہے اور مومن بہت سے اجزا چھوڑ گئے کہ وہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر یا دوسرے وجوہات سے شرمندہ ہونگے مگر وقت گزر گیا ہوگا یہ پشیمانی بے فائدہ ہوگی۔

ایک غزل ہو غالب کی جس کا مطلع ہے۔

شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
اب یہ بھی مت کہو کہ جو کہتے تو گلا ہوتا ہے

بہت سے حضرات نے غالب کی یہ غزل دیکھی ہوگی۔ اب مومن کی غزل پڑھئے غور سے پڑھئے لطف اٹھائیے

اک نظر دیکھے سے سر تن سے جدا ہوتا ہے
بے جگہ آنکھ لڑی ہے دیکھئے کیا ہوتا ہے

(نظر۔ دیکھے۔ آنکھ۔ دیکھئے۔)

جاں بلب ہوں خبر وصل سنا دے قاصد
لب ہلانے میں ترے کام مرا ہوتا ہے

(لب۔ لب ہلانا۔ کام ہونا نے چھپا دیا کہ کس قسم کا کام ہوتا ہے۔ زندہ ہو جاؤں گا۔ یا آرام سے موت آئے گی۔ یا مایوسی ہو جائے گی یا امید بندھنے میں زندگی کچھ بڑھ جائے گی۔ لب ہلانا کہا ہو۔ صنعتیں جلیش کرتے ہیں اور بہت سے اجزا چھوڑ جاتے ہیں سے

ہو آزردہ پشیماں ہوں کہ میں جس سے کہوں
وہی کہوے کوئی ایسے سے خفا ہوتا ہے۔

پھر یہ حقیقت ہے کہ اچھے آدمی سے اگر کوئی خفا ہو جائے تو وہ جس سے کہے گا وہی خود شرمندہ کرے گا۔ لہذا پشیمانی لازمی ہے۔ یا وہ شخص جو مقبول ہو اس سے رنجیدہ ہونے سے شرمندگی لازمی ہے۔ مومن اپنی غلطی پر نادم ہیں اور بات نہیں بنتی۔

غالب صاحب فرماتے ہیں سے

گو سمجھتا نہیں پر حسن تلافی تو دیکھو
شکوہ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے

غالب کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ نہیں سمجھتا ہے کہ ظلم کی شکایت ہے ظلم اور کرنے لگتا ہے، یہ نہ سمجھنا نہیں ہے بلکہ سمجھ کر ظلم کر رہا ہے کبھی جان کر کبھی انداز دکھانے کے لئے یہ چھتا ہے۔ بلکہ عاشق کا شکوہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ پھر سے ظلم کرے۔ غالب کا ذیل کا شعر خود اس بات کو بتلاتا

غالب کا شعر ہے سے

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

یہ شعر بیشک بتاتا ہے کہ محبوب کسی طرح متوجہ رہے ظلم سے سہی۔

غالب کا کلام تو مشہور ہے اور ہر اردو کا طالبعلم اس کو رٹ رکھتا ہے مگر مومن کا مطالعہ کم لوگ کرتے ہیں اور پہلے ہی سے غالب سے متاثر ہوتے ہیں اس لئے اس کی طرف نہیں دیکھتے۔ اگرچہ خوبیوں سے مالامال ہے یعنی صنعتوں سے مگر جو جذبہ کا شعر نکل جاتا ہے اس کا جواب نہیں ہے اور شعر میں صنعت ہوتی ہے جذبہ کے چند شعر ملاحظہ

ہوں سے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے

اللہ ری ناتوانی جب شدت قلق میں
بالیں سے سر اٹھایا دیوار تک نہ پہونچا

مایوسی اور ناکامی اور اس پر کیسی حسرت!

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر اب
تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

(تمنا اور حسرت کی حد بتائی ہے)

جراح کیا سوچا تھا کیا رنگ دیکھ کیا ہوا
کیوں کھولدی ہیں پٹی مرے زخم جگر کو جگر

شاعر کتنی بے چینی کا اظہار کر رہا ہے اور خود ہی اس سب کو الجھا دیتا ہے۔ کہ یہ کیا حالت ہو۔

اب حقیقت کا شعر سنئے سے

کرتے ہیں آواز زنجیری دیتے ہیں دستک کس بار
گھر میں بھر بھیلے ہیں زنجیر در کھٹکاتے ہیں

یہ بالکل اسی حقیقت کا ہے جیسے میر کا ہے۔ سے

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

دونوں میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ یہاں میر کا بے چینی سے جانا ہو اور مومن کے یہاں رات کو ملنے کی بے چینی ہے کہ کس طرح ملیں کسی طرح مومن کا شعر کم نہیں۔

غالب کا مبالغہ کا شعر ہے۔ کہ سے

یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

مومن نے بھی مبالغہ کی حد کر دی سے

جا بجا نہریں ہیں جاری میں نے اشک
پونچھے ہوں گے دامن کہسار سے

غالب نے مومن کا یہ شعر پسند کیا ہے اور مشہور ہے کہ اپنا دیوان قربان کرنے کو تیار تھے وہ شعر ذیل میں ہے سے

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

غالب کا شعر ہے سے

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

مومن کا شعر ہے سے

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

طبع حزیں پر ذرا سی بات بری لگتی ہے۔ مگر محبوب کی گالیاں بری نہیں لگتیں یہ اس کی نزاکت آواز کا سبب ہے۔ حقیقت ہے کہ نرمی سے بری بات بھی کہی جائے تو بری نہیں لگتی

غالب کا شعر ہو سے

ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

مومن کا شعر ہے سے

مومن وہ دور روزہ پر غزہ کس لئے ماہرو
اتنا ہی گھٹتا جائے گا جتنا کہ بڑھتا جائے

غالب نے محبوب کی حالت بتائی ہے۔ اور مومن سبق دے رہے ہیں کہ غرور نہ کرنا چاہیئے۔ پہلے محبوب کو چاند سے تشبیہ دی اور جیسے چاند بڑھنے کے بعد گھٹتا ہے اسی طرح اس کا حسن گھٹتا جائے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عروج کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے غرور ٹھیک نہیں۔

چند اشعار مومن کے ملاحظہ ہوں سے

میں اگر آپ سے جاؤں تو قرار آ جائے
پر یہ ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو یار آ جائے

آپ سے جانا دو معنی رکھتا ہے۔ آپ سے جانا اور بیہوش ہو جانا

آگے ہو جب بڑھا کر دیکھی جلن گئے ہو
جو ل سوز دل کہا ہے تم آگ بجا گئے ہو

جلن۔ سوز دل۔ آگ۔ سب ایک شعر میں جمع کر دیئے۔

نالہ ہی نکلے ہے گو ہم مدعا کہنے کو ہیں
لب نہیں کہنے میں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

لب کھنے ہیں کہنے کو۔ دونوں لفظوں میں معنوں میں کتنا فرق ہے کہنے میں محاورہ ہے۔ خود اپنی تعریف کرتے ہیں فرماتے ہیں سے

پڑھتا ہے غزل نہیں جو مومن
آگ اٹھتی ہے اک بار آتش

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ممتاز تھے۔ غزل مسلسل کہی ہے وہ بہت ہی مشہور ہے سے

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

قصائد کم کہے ہیں مگر بہت ہی شاندار ہیں۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ پر ہے۔ اور راجہ اجیت سنگھ نے ہاتھی دیا تھا تو قصیدہ لکھا ہے جس کا ایک مصرعہ ہے عہ

بسکہ خلف محال تھا ہو گئی نسل منقطع

اس محرومی کو بھی کس خوبی سے کہا کہ حد سے زیادہ تعریف معلوم ہوتی ہے۔ مرثیہ جو اپنی بیوی پر کہا ہے اور جو غالب نے عارف پر مرثیہ کہا ہے۔ دونوں کا مقابلہ کیجئے تو پتہ چلتا ہے کہ کوئی نسبت نہیں۔

تضمین بھی خوب کہتے ہیں۔ رباعیات میں بھی اردو کی صنعتیں جھلکتی ہیں۔ غرض تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ اب اور چند شعر ملاحظہ ہوں۔ سے

یہ حسرت پر سوختہ ہو نکلیں گے قفس کو
تو ساتھ کسی کے مجھے صیاد نہ کر بند

دیکھا نہ کسی کی طرف ایمائے حیا سے
جادو کو کیا نرگس جادو نے نظر بند

نرگس جادو۔ نظر بند

مزہ یہ شکوے میں آیا کہ بے مزہ ہوئے وہ
میں تلخ کام رہا لذت زباں کے لئے

(مزہ۔ بے مزہ۔ تلخ کام۔ لذت الفاظ ملاحظہ ہوں)

یہاں ایک نظر میں جانات وقرار ہے
اس کا نہ دیکھنا ہی نگہ التفات ہے

نہ دیکھنے کو بھلائی ثابت کرنا مومن صاحب کا کام ہے فراق صاحب ایک مشاعرہ میں اس شعر کی خوبی بیان کر رہے تھے اور لطف لے لے کر بیان کر رہے تھے۔

ہم نکالیں گے سن اے موج ہوا بل تیرا
اس کی زلفوں کے اگر بال پریشاں ہونگے

(موج ہوا، بل۔ بال۔ لوازمات دیکھئے پھر بھی شعر کس مزہ کا ہے۔

آب دہوائے ملک محبت راس نہیں ہو کو تو
ہوتے ہیں لاغر اور زیادہ جتنا ہم غم کھاتے ہیں

(ملک محبت راس نہ آنا لاغر غم کی ناواقفیت تو ملاحظہ ہوں) سے

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

(رنج و راحت فزا ہونا)

غالب کا شعر ہے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

(شامت سے مطلب ہو کہ مصیبتیں اٹھائیں۔ مگر مومن کہتے ہیں سے

ہے اعتماد مرے بخت خفتہ پر کیا کیا
وگرنہ خواب کہاں چشم پاسباں کے لئے

(بخت خفتہ۔ خواب اپنی بد نصیبی کا اظہار ہے۔

چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منھ
اے شب ہجر تیرا کالا منھ

(چل پرے ہٹ محاورہ۔ کالا منھ ہو محاورہ اور شب ہجر کالی ہوتی ہے۔ یہ خواہش ہے کہ نہ آئے)

کر علاج جوش وحشت چارہ گر
لادے اک جنگل مجھے بازار سے

(جنگل اور بازار۔ تضاد ہے۔)

اردو عربی ڈکشنری

مولفہ مولانا عبد الحفیظ بلیاوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ شاندار اردو عربی لغت اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے لاجواب ہے ۱۳۵۰ھ میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا اس کتاب کی تالیف پر حکومت نے مصنف کو گرانقدر انعام دیا تھا۔ یہ ڈکشنری عمارہ عربی زبان کے شائقین سب کے لئے یکساں مفید ہو خاص کر مدارس کے طلبہ کے لئے نہایت بیش قیمت تحفہ ہو۔

قیمت مجلد ریگزین

۹ روپے

مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تحریر: ڈاکٹر محمد عبد الرؤف

ترجمہ: محمد عثمان ندوی

ملیشیا میں اسلام

جنوب مشرقی ایشیا میں ہزاروں کی تعداد میں جزائر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو قدیم زمانہ میں مشرقی جزائر ہند کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اب وقت وہ مختلف حکومتوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ مثلاً انڈونیشیا، فلپائن، ملیشیا وغیرہ یہ جزائر تھائی لینڈ کے جنوب میں ہیں، ان میں بعض اپنی بندرگاہوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کے حامل ہیں، ملیشیا میں ملقا، وزدان، فیز باس، سنگاپور کے علاوہ بورنیو کا کچھ مغربی ساحلی علاقہ بھی شامل ہے۔ سب کے سب منطقہ استوائی پر واقع ہیں اور اسی سبب سے ان کی آب و ہوا گرم ہے لیکن چاروں طرف سمندر نیز سطح سمندر سے مرتفع ہونے کی وجہ سے لطیف ہے۔ یہاں درخت بکثرت ہیں ملک کا بیشتر حصہ گھنے جنگلات کی شکل میں ہے، اب رفتہ رفتہ کھیتی اور تعمیرات کے لئے ان کو صاف کیا جا رہا ہے۔ اس ملک میں ماضی میں زراعت و معدنی اشیاء کی وجہ سے یورپی اقوام کی نگاہیں لگی رہیں۔ معدنیات سونا، چاندی، قلعی، لوہا، پٹرول، لکڑی وغیرہ یہاں کی پیداوار ہیں۔ ایک صدی سے ربڑ کی پیداوار بھی خاصی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ یہاں کی خاص غذا چاول اور مچھلی ہے۔ آج کل جدید مصنوعات بھی تیار ہونے لگی ہیں۔ بچے سونے چاندی کے زیورات، سوکھی ہوئی مچھلیاں، چھوٹی کشتیاں ان سب چیزوں کی تجارت زیادہ ہوتی ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے جس کے باعث کسانوں کو کوئی خاص محنت نہیں کرنی پڑتی ہے۔

آج بھی یہاں تاجر لوگ اپنا تجارتی سامان کشتیوں کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے ہیں۔ اس ملک کی مستقل ملاوی زبان ہے۔ یہاں کے رہنے والے گورے خوبصورت ہیں۔ ان کے بال سفید سیاہ ہیں۔ اور کچھ پستہ قد بھی ہیں۔ ادبی ذوق اور فنون لطیفہ سے دلچسپی رکھتے ہیں، نرم طبیعت، کم سخن، عبادت گذار اور مذہب پابند شریعت ہیں۔

اسلام سے روشناس ہونے سے پہلے دو تاریکی عہد رہے ہیں۔ پہلا اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب کہ چینی لوگ جنوبی چین علاقہ یونان سے یہاں آکر آباد ہوئے، اس زمانہ میں لوگ جادو ٹونے وغیرہ پر عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کا اختتام پہلی صدی عیسوی میں ہوا۔ دوسرا عہد اس کے بعد چین و ہندوستان سے تجارتی فروغ کا ہے مگر لوگ عادات، اخلاق، رسومات و عقائد میں چین کی بہ نسبت ہندوستان سے زیادہ متاثر ہوئے۔

ہندو دھرم ملاوی اقوام میں پھیلا یہاں تک کہ شادی بیاہ، مرنے جینے و صنع قطع میں اس کی تہذیب کی گہری چھاپ ہو۔ چنانچہ شادی کے موقع پر دولہا دولہن پر کچھ پانی چھڑکا جاتا تھا جو خالص ہندو مذہب کی چیز ہے اور اس کو "آب سلامت" کہا گیا ہے۔

اس ملک کا تجارتی رشتہ عربوں سے بھی قائم رہا ہو۔ دوسری صدی ہجری میں اس تعلق میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی "سماترا" کے شمال میں بعض بندرگاہوں پر عرب آباد تھے۔ اور ان کا طرز زندگی قبائلی تھا، یہی رشتہ ان کی تہذیب کے بھی ملک میں آنے کا سبب ہوا۔ اور پھر لوگ اسلام کی روشنی سے بہرہ ور ہوئے۔

عرب اپنی تجارت کے باوجود شعائر اسلام کے پابند رہے۔ اور اسلامی تقریبات پوری زندہ دلی سے مناتے رہے۔ اکثر صوفیا و مشائخ طریقت بھی تشریف لاتے تھے۔ اور وعظ و ارشاد کی مجالس گرم رہتی تھیں۔ لوگ ان سے روحانی فیض اٹھاتے اور امراض و تکالیف سے ان کی برکات سے نجات پاتے۔

تاہم ساتویں صدی ہجری کے آخر تک اسلام کا خاطر خواہ تعارف نہیں ہوا۔ اور اسلام عوام میں اپنا صحیح مقام نہ پا سکا، کچھ تو عوام نے نئی چیز سمجھ کر اس سے گریز کیا اور کچھ عربوں کی تجارت میں مشغولیت اس کا باعث رہی۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو توفیق بخشی اور وہ دین کے داعی بن کر اٹھے اسلام کا اچھا تعارف ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے لوگ فوج در فوج مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ اور آج ملیشیا اسلام کی روشنی سے جگمگا رہا ہے۔

اعلان

تعمیر حیات کے قدیم پرچے دفتر میں موجود ہیں ضرورت مند اصحاب رعایتی داموں پر حاصل کر سکتے ہیں

قیمت فائل مجلد

بارہ روپے

محصولڈاک

علاوہ

سورۂ هود	

پر مصیبت بن کر نازل ہو جاؤ۔ رسول تمہارے اندر موجود ہیں بہت سی باتوں کو مان لیں گے تو تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔

۴۔ مسلمانوں کے دو گروہوں میں تصادم ہو تو صلح و سمجھوتہ کی کوشش کرو۔ باغی گروہ کو جھکا کر عدل و انصاف کے ساتھ سمجھوتہ کی فضا پیدا کرو مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ لہٰذا بھائیوں کے درمیان سمجھوتہ ہی ہونا چاہئے۔

غور کیجئے کیا یہ سب کچھ واقع نہیں ہو چکا۔ خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کا زمانہ یاد کیجئے۔ کس انداز میں امت کے لوگوں نے آپؓ کے گرد وپیش ہنگامہ بلند کیا۔ آپ کو لیں پردہ حجرات پکارا۔ جیسے کام نہیں لیا، جو خبر آئی تھی اس کی تحقیق نہیں کی گئی۔ اور خلیفہؓ کو قتل کر دیا گیا۔

کیا یہ وہ عظیم مصیبت نہیں تھی جس نے آنحضورؐ کے بال قبل از وقت سفید کر ڈالے تھے؟

لمحۂ فکریہ:۔ قرآن پاک میں مذکورہ سورتوں کے اندر جہاں امت پر پیش آنے والے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اصول کے مطابق ان حالات کے اندر ان کی جانب رہنمائی بھی فرما دی ہے جن کو اختیار کرنے کے بعد حالت اعتدال پر ورنہ بہ اصلاح ہو سکتی ہے چنانچہ سورۂ ہود کے اندر نماز اور صبر کی تلقین کی گئی ہے اور وعدۂ الٰہی کے انتظار کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ سورۂ والضحیٰ میں یتیم پر دباؤ نہ ڈالنے اور سائل کو نہ جھڑکنے کی تعلیم ہے اور پھر نماز و تلاوت قرآن کے علاوہ دین کی نشر و اشاعت کی تلقین ہے۔ سورۂ حجرات کے اندر سات باتوں پر عمل کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کسی کا مذاق نہ اڑایا جائے۔
۲۔ عیب چینی نہ کی جائے۔
۳۔ نام نہ بگاڑے جائیں۔
۴۔ بدگمانی نہ کی جائے۔
۵۔ تجسس نہ کیا جائے۔
۶۔ غیبت نہ کی جائے۔
۷۔ فخر نہ کیا جائے۔

پہلی دونوں تعلیمات مکی دور کے حالات اور آخری مدنی دور کے حالات میں دی گئی ہیں۔

واللہ اعلم

دنیا کی سب سے چھوٹی
جمہوریت

ایسٹ بنجمن

کیا آپ نے کبھی سان مارینو نام کے کسی آزاد جمہوریت کا نام سنا ہے، آپ نے یقیناً یہ نام نہیں سنا ہوگا لیکن اگر آپ کو ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ہوتا تو آپ اس ملک سے ضرور واقف ہوتے۔

سان مارینو، دنیا کی سب سے پرانی اور سب سے چھوٹی جمہوریت ہو۔ دنیا کی سب سے پرانی جمہوریت کی قسم بھی بالکل انوکھی ہو یہاں سال میں دو مرتبہ ہر چھٹے مہینے الکشن ہوتا ہے اور عوام ووٹ کے ذریعہ ایک ہی جمہوریت دو صدر منتخب کرتے ہیں۔ صدر کو وہاں کیپٹن ریجنٹ کہا جاتا ہو یہ دونوں صدر ایک ساتھ پارلیمنٹ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ ساٹھ ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے، ممبروں کی یہ تعداد اس اعتبار سے زائد ہو کہ سان مارینو کی کل آبادی ۱۸ ہزار ہزار اور اس کی سرحدیں صرف ۲۴ میل لمبی ہیں۔

سان مارینو اٹلی کے مشرقی کنارے پر سمندر سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اٹلی کے بعض مدبروں نے اس ننھی سی آزاد مملکت کے بارے میں یہ کہا کہ سان مارینو کی مثال ایسی ہو جیسے —— کسی کی پیشانی پر مسا سا تل لگا دیا جائے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سان مارینو ہمیشہ آزاد رہا اس کے عوام اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے تیار رہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہاں ایک فوج بھی ہے۔ سان مارینو کے ہر صحت مند باشندے پر فوجی ملازمت لازمی ہے۔ سولہ برس کے ہر نوجوان کو فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے دنیا کے سب سے کمسن سپاہی وہاں کی فوج میں پائے جاتے ہیں

سان مارینو کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ۳۰۲ء میں ایک عیسائی جس کا نام مارینو دلماتا تھا، روم کے شہنشاہ کے عتاب کے ڈر سے بھاگ کھڑا ہوا اور اس نے ایک پہاڑ جس کا نام ماؤنٹ ٹیٹانو تھا اور صرف ڈھائی ہزار فٹ بلند تھا پناہ لی۔ بعد میں اس نے اس پہاڑ کے دامن میں اپنا گھر بنا لیا اور مزید چند ساتھی جمع کر لئے رفتہ رفتہ آبادی بڑھنے لگی اور سان مارینو کی ایک بستی آباد ہو گئی۔

سان مارینو اسی پہاڑ کی وجہ سے حملہ آوروں سے محفوظ رہا۔ حملہ آوروں کو ہمیشہ پہاڑ عبور کرنا پڑتا تھا۔ وہ جب پہاڑ پر چڑھتے تو مقامی آبادی ان پر پتھر برسا کر ان کو واپس لوٹا دیتی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ سان مارینو اپنی تاریخ کے کسی بھی دور میں کسی کا غلام نہیں رہا۔

انیسویں صدی عیسوی میں یورپ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی کہ وہ سان مارینو کو بھی اپنی مقدس مملکت میں شامل کر لیں لیکن پوپ نے بڑے روکھے پن سے یہ تجویز رد کر دی اور کہا۔

"سان مارینو پر قبضہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عمدہ کھانے کے بعد سوکھی روٹی کھائی جائے۔"

نپولین نے بھی سان مارینو پر حملہ نہیں کیا حالانکہ اس نے سارے اٹلی پر قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی میں پہلے بہت سی حکومتیں قائم تھیں، کچھ حکومتیں بڑی تھیں اور کچھ چھوٹی اس کے بڑے حصہ پر آسٹریا کے بادشاہ کا بھی قبضہ تھا انیسویں صدی کے وسط میں اٹلی کے عوام نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اپنے ملک کو آسٹریا کی غلامی سے نجات دلائی جائے چنانچہ انھوں نے آسٹریا کے خلاف ایک زبردست جنگ شروع کر دی۔ یہ جنگ کافی عرصہ تک جاری رہی اور اٹلی کے مشہور محب وطن سپاہی گیری بالڈی کو اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ اس نے بھاگ کر سان مارینو میں پناہ لی جنگ میں فتح بہرحال اٹلی کی ہوئی۔ آسٹریا کی فوج نے ملک خالی کر دیا اور پھر عوام نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اب سارے اٹلی کو ایک کر دیا جائے۔ یونین بنا دی گئی لیکن یورپ کے شہر اور سان مارینو کو یونین سے علیحدہ رکھا گیا۔ اٹلی کے عوام نے ان دونوں ملکوں کی آزادی اور وحدت تسلیم کر لی۔

آج سان مارینو کی ننھی جمہوریت اور اٹلی کی عظیم جمہوریت دونوں شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں ان میں ایک مضبوط اتحاد قائم ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ دونوں ملکوں میں اختلافات بھی نہیں ہوتے ہیں ابھی اٹھارہ سال قبل ۱۹۶۳ء میں دونوں ملکوں میں بڑے شدید اختلافات پیدا ہو گئے تھے کہ سان مارینو میں کمیونسٹ حکومت قائم ہو گئی تھی۔ سان مارینو کی یہ کمیونسٹ حکومت زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔

سان مارینو کی حکومت کا انحصار غیر ملکی سیاحوں کی آمد پر ہے۔ وہاں کوئی مل نہیں ہے۔ کوئی صنعت نہیں ہے کوئی پیداوار نہیں ہو۔ سان مارینو میں نے دور کی کوئی تبدیلی بھی نہیں ہوئی ہے۔ وہاں داخل ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاح دو برس قبل کے ماضی میں داخل ہو گیا ہو۔ شہر کی صدیوں پرانی چہار دیواری اب بھی پائی جاتی ہے۔ پتلی پتلی سڑکیں ہیں، پرانے مکانات ہیں، قدیم گرجے ہیں، اور صدیوں پرانے قلعے ہیں جہاں ہر وقت توپ موجود رہتی ہو۔

سان مارینو کی سب سے چوڑی سڑک کی چوڑائی صرف چار گز ہو لیکن شہر میں کثرت سے باغات ہیں، ایک شاہی میوزیم ہے جس میں پرانے نوادرات محفوظ ہیں اور ایک بڑا خوبصورت پرانا قلعہ ہے۔ نئی حکومت نے نئی تہذیب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وہاں چند کلب اور چند اچھے جدید قسم کے ہوٹل بھی تعمیر کرائے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یہ ملک سیاحوں کی ایک جنت سی بن گیا۔

سان مارینو باشعور ذہنی کا ایک عجائب گھر ہے جہاں کی ہر چیز پرانی ہے، قدیم لباس، قدیم تہذیب، قدیم زبان، قدیم معاشرت، قدیم مکانات، قدیم گلیاں حد یہ ہے کہ فوج تک کا لباس پرانی طرز کا ہے۔ سان مارینو کے عوام بڑے خلیق اور مہمان نواز بھی ہوتے ہیں۔

بعض سیاحوں نے سان مارینو کے بارے میں کہا "ہم ساری دنیا کا سفر کر چکے ہیں لیکن اگر ہم نے دنیا کا یہ سب سے چھوٹا ملک نہ دیکھا ہوتا تو ہماری سیاحت نامکمل رہتی۔"

رحمۃ للعالمین تحریری مقابلہ

—— حیدرآباد کل ہند مجلس تعمیر ملت کے پریس نوٹ کے بموجب حسب سالہائے گزشتہ اس سال بھی کالج اور ہائی اسکول کے طلباء و طالبات کے لئے بیادگار عید میلاد ۲۰واں رحمۃ للعالمینؐ تحریری مقابلوں کے انعقاد کا اعلان کیا گیا ہے۔

کالج گروپ کے عنوانات (۱) سیرت طیبہؐ اور آج کے مسائل (۲) آپؐ کے خیالات اور نظریہ جہاد۔ ہائی اسکول گروپ کے عنوانات (۱) حضرت صدیقؓ کی خدمات (۲) ترقی اسلام میں نوجوانوں کا حصہ۔ مضمون نگار متعلقہ عنوانات میں سے کسی ایک پر مضمون لکھ سکتے ہیں کالج گروپ کے لئے انعام اول ۱۲۵ روپے اور انعام دوم ۷۵ روپے۔ ہائی اسکول گروپ کے لئے انعام اول ۷۵ روپے انعام دوم ۵۰ روپے ہیں کے علاوہ ترغیبی انعام بشکل کتب دیئے جائیں گے۔ انعامات کی تقسیم ۴ مئی شب ۶ روز شنبہ حیدرآباد میں منعقد ہونے والے رحمۃ للعالمینؐ کے عظیم و مبارک جلسہ میں عمل میں آئے گی۔ ان مقابلوں میں شرکت کی فیس کالج گروپ کے لئے دو روپے اور ہائی اسکول گروپ کے لئے ایک روپیہ ہے جو بذریعہ منی آرڈر یا شخصی طور پر جمع کی جانی ہوگی۔ کالج اور ہائی اسکول کے مضمون نگاروں کی عمریں علی الترتیب ۲۵ سال اور ۲۰ سال سے متجاوز نہ ہوں۔ مضمون نگار صداقت نامہ تعلیمی سرشتہ جماعت و غیر مضمون کے ساتھ روانہ کریں۔ کالج و ہائی اسکول گروپ کے مضامین علی الترتیب ۵ و ۳ فل اسکیپ صفحات سے زیادہ نہ ہوں۔ ۳۰ مارچ کی رات دس بجے تک مضامین داخل کرنے کی آخری تاریخ ہے مضامین ذیل کے پتہ پر روانہ کئے جا سکتے ہیں۔ طاہر عثمانی معتمد ۲۰واں رحمۃ للعالمینؐ تحریری مقابلہ مدینہ مینشن، مکرانی گوڑہ، حیدرآباد دکن

طلبہ کا صفحہ

بغداد ــــ اور ــــ تاتاری

(سید فضل اللہ قادری متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین (سعدی)

خلیفہ مستنصر اللہ کے انتقال کے بعد [illegible] میں اس کا لڑکا مستعصم باللہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوا۔ لیکن جن حالات میں اس نے ملک کی زمام کار سنبھالی تھی وہ ناقابل اصلاح ہو چکے تھے۔ عباسی دور حکومت کا زوال نقطۂ عروج پر پہونچ چکا تھا۔ اگرچہ مستعصم باللہ کی ذات بہت سی نمایاں صفات سے مرصع تھی، نیک فطرت، خوش خلق اور نرم خو لیکن اسی کے ساتھ ساتھ نہایت کمزور طبیعت، کچی رائے کا مالک اور امور مملکت سے ناواقف تھا۔ بلکہ ایک حد تک زاہد تھا۔ علمی ذوق بھی بہت معمولی درجہ کا رکھتا تھا۔ لیکن خلافت عباسیہ کا چراغ اسی کے دور میں گل ہونا تھا۔

قیامت تک تباہی بغداد کا سہرہ اس کے وزیر مؤید الدین محمد علقمی کے سر رہے گا۔ اور اہل بغداد ایک ایسے شخص کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ جو اس فتنہ کا ذمہ دار ہے مورخ بغداد خواہ وہ کسی دور سے بھی تعلق رکھے جب بھی تاریخ بغداد پر اس کا قلم اٹھے گا تو اس نتیجہ پر پہونچے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ تباہی بغداد کا اصل ذمہ دار علقمی ہے جس طرح ہندوستان کے باشندے میر جعفر اور میر صادق کو فراموش نہیں کر سکتے اسی طرح ساری دنیائے اسلام علقمی کو نہیں بھول سکتی۔

تاتاریوں کا ظہور:۔ چھٹی صدی ہجری کے اواخر میں تاتاریوں کا ظہور ہو چکا تھا یہ ایک طوفان کی طرح اٹھے اور باد سموم کی طرح ترکستان سے لے کر روس تک پھیل گئے۔ اور چند برسوں کے اندر سارے اسلامی ممالک کے اندر بھونچال پیدا کر کے رکھ دیا۔ اور انسانی خون سے جی بھر کے ہولی کھیلی اور انھیں کے خون سے ان کی زمین لالہ زار بنائی اور انسانوں کا بے دریغ قتل کیا۔

ہر دور میں یہ اپنی قوت کے اندر اضافہ کرتے رہے۔ چنگیزی قوم اپنی شجاعت و شہامت اور بسالت کی وجہ سے ساری دنیا پر چھائی رہی ــــ خوارزم شاہ کے دور میں چنگیز خاں نے حملہ کیا۔ اور خوارزمی سلطنت کے سب سے زیادہ خوبصورت اور سرسبز و شاداب علاقے بخارا اور سمرقند کو تباہ و برباد کر دیا۔ [illegible] میں ظاہر باللہ کے دور حکومت میں خلاط پر حملہ کیا اور اسلامی فوج کو بڑی زبردست ہزیمت اٹھانی پڑی [illegible] میں تاتاریوں نے اربل پر حملہ کیا اور [illegible] میں تاتاریوں نے روم کو زیر کیا اور اپنی سابقہ روش کو باقی رکھتے ہوئے [illegible] تباہ کر گئے (ان کی پوری ہوئی تھی) قتل و خونریزی کے وہ مناظر پیش کئے جن سے دنیا حیرت زدہ رہ گئی۔ اور جس ملک پر ان کے قدم گئے اس کو خاک کا ڈھیر بنا کر چھوڑا۔ ان کی پامالی کی مثال میں بخارا، خلاط، اور اربل کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ تمام شہر جو تہذیب و تمدن کے گہوارہ تھے ختم ہو گئے۔

تاتاری بغداد کے بالکل قریب آچکے تھے لیکن مستعصم باللہ عیش و آرام کی زندگی میں پڑا ہوا تھا ایک طرف اسلام برباد کیا جا رہا تھا، عورتوں کی کھلے عام بے عزتی کی جا رہی تھی، بچے بوڑھے قتل کئے جا رہے تھے اور دوسری طرف خلیفہ وقت لہو و لعب، عیش و عشرت اور تفریحی مشاغل میں محو تھا۔

امرائے سلطنت نے جب اپنی باری آتے دیکھی تو مستعصم سے درخواست کی کہ یا تو آپ تاتاریوں سے جنگ کی تیاری کریں یا پھر ان سے صلح کی گفتگو کیجئے۔ لیکن خلیفہ کا جواب تھا کہ تاتاری سارے ملک کو زیر نگیں کر لیں گے لیکن بغداد کی طرف وہ غلط نگاہ نہیں ڈال سکتے۔ اور میرے لئے بغداد کافی ہے۔ لیکن خلیفہ کے جواب کی تعبیر بڑے حسرت انگیز واقعات پر مشتمل ہے۔ [illegible] میں بغداد پر حملہ ہو گیا۔ اور خلیفہ کے اس مسخر انگیز حسن ظن نے بغداد کو تباہی و بربادی سے ہمکنار کر دیا۔ لیکن بغداد کیوں تباہ ہوا۔ اس کا ذمہ دار حقیقتاً کون ہے بجا طور پر یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے۔

بغداد کی اصل تباہی کا ذمہ دار علقمی ہے۔ علقمی کا تعصب اور اس کی بد طینی نے بغداد کو تباہ کرایا اور اس کے درپردہ علوی حکومت کے قیام کا جذبہ کارفرما تھا۔ علقمی ہی وہ پہلی شخصیت ہے۔ جس نے تاتاریوں کو حملہ کرنے کی دعوت دی۔

بغداد کے (شیعہ و سنی) دونوں گروہوں میں دیرینہ رنجش تھی۔ اور یہ رنجش برابر قتل و غارتگری کی شکل میں ظہور پذیر ہوتی تھی۔ اور بدقسمتی سے یہ واقعہ علقمی کے وزارت کے زمانہ میں پیش آگیا۔ خلیفہ کو شیعوں کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور اس نے اپنے لڑکے ابوبکر کی ماتحتی میں ایک دستہ بھیج کر ان کے قبیلہ کو لٹوا لیا جس کی بنا پر علقمی کا جوش انتقام بھڑک اٹھا۔ اور اس نے مختلف ذرائع استعمال کر کے تاتاریوں کو حملہ کی دعوت دیدی لیکن تاتاری بغداد پر حملہ کرنے سے گریز کر رہے تھے اور وہ خلافت عباسیہ کے مذہبی تقدس کی وجہ سے حملہ کرتے ہوئے ڈر رہے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم بغداد پر حملہ کریں اور ادھر ہماری طرف خدا کا قہر نازل ہو جائے۔ لیکن علقمی اور دوسرے امرائے شیعہ کے پیہم اصرار نے ان کو حملہ کی دعوت دی اور علقمی نے یہاں تک کہلا بھیجا کہ میدان صاف ہے اور بغداد تمہارا منتظر ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر کر دینا مناسب ہے کہ مستعصم باللہ کے دور میں خزانہ بالکل خالی ہو چکا تھا لہٰذا علقمی کے مشورہ نے فوج میں کمی کر دی تاکہ حکومت کے دوسرے کام بآسانی ہو سکیں۔ اور عباسی حکومت کے ختم کرنے کی یہ بھی ایک بہترین چال تھی۔ جس میں علقمی کامیاب ہو گیا اور اس کے بعد اس نے مختلف ذرائع استعمال کئے اور تاتاریوں کو حملہ کی دعوت دی۔

خلافت عباسیہ کا خاتمہ:۔ خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد مختلف سلطنتیں ترکستان و ایران اور ایشیائے کوچک میں رونما ہو گئیں سب سے بڑی سلطنت سلاجقہ کی تھی جس کا حکمران الپ ارسلان اور جس کا وزیر نظام الملک طوسی گذرا ہے بغداد کی تباہی کے بعد پھر دوبارہ اسلامی سلطنت کی مرکزیت قائم نہ رہ سکی کچھ عرصہ بعد ترکوں نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور قسطنطنیہ کی فتح محمد ثانی کے ہاتھ ہوئی جس سے ایک نیا دور سلطنت ترکوں کے ماتحت فرات و دجلہ سے لے کر جبل الطارق تک وجود میں آیا۔ اس کا بھی خاتمہ بحیثیت وسیع سلطنت کے ۱۹۱۹ء میں جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کی سازش سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد ہو گیا۔

بقیہ مضمون صفحہ ۹

عمرؓ نے ان کو بلانا چاہا مگر حضرت ابوعبیدہؓ نے صاف لکھ دیا کہ میں مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ہوں۔ میں اپنی جان کا حریص نہیں۔ آپؓ مجھے یہاں سے ہٹنے پر مجبور نہ کریں۔ بالآخر ان کو طاعون ہو گیا۔

اور اس طرح جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ بلاشبہ ان کی زندگی بھی بلند تھی اور موت بھی بلند پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

پندرہ روزہ اخبار
تعمیر حیات
میں
اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

محمد الحسنی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے [illegible] پریس لکھنؤ میں چھپوا کر [illegible]

ماہنامہ "رضوان" کے لئے

اپیل

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ساری دنیا کے مسلمان عمومیت کے ساتھ اور برصغیر ہند و پاکستان کے مسلمان خصوصیت کے ساتھ جس اخلاقی زوال، ذہنی انتشار اور معاشرتی خلفشار کے نازک دور سے گذر رہے ہیں اس پر جن حضرات کی نظر ہے اور مسلمانوں کا موجودہ معاشرہ ان کے سامنے ہے وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس صورت حال کا ذمہ دار زیادہ تر وہ بگاڑ ہے جو طبقۂ نسواں میں تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ درحقیقت اس معاشرہ یا سوسائٹی میں اخلاقی اور دینی زوال کی رفتار اس وقت سے بہت تیز ہو گئی اور نمایاں طریقہ پر سب کو نظر آنے لگی جب سے کہ مسلمان خواتین اور مسلمان بچیوں اور لڑکیوں میں مغربی تعلیم نے اپنا اثر دکھایا، غیر دینی بلکہ مخالف دین اور مخرب اخلاق لٹریچر، ناولوں اور مبتذل رسالوں اور پرچوں نے ان کے دل و دماغ کو متاثر کیا، خدا کا خوف آخرت کی فکر، حقوق و فرائض کا خیال اور اپنے جذبۂ خدمت، الفت و محبت اور صبر و قناعت سے اپنے گھر کو نمونۂ جنت بنانے سے ان کی توجہ ہٹ کر باہر کی دنیا کی طرف لطف و مسرت حاصل کرنے کی طرف مبذول ہو گئی، اس وقت نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی خانگی زندگی کو ایک تپ کہنہ لاحق ہو گیا ہے بلکہ خالص دینی دعوت و اصلاح کے راستے میں بھی ایسی سخت رکاوٹیں اور مشکلات پیش آگئیں جن کا عبور کرنا بڑی سے بڑی طاقتور دینی تحریک کے لئے ناممکن بن گیا اس لئے کہ باہر کی تمام کوششوں اور جد و جہد پر گھریلو زندگی کا انتشار اور گھر والوں کی بے راہ روی گھنٹوں اور منٹوں میں پانی پھیر دیتی ہے

ان سب حقیقتوں کے پیش نظر عرصہ سے اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ مسلمان خواتین اور مسلمان لڑکیوں کے لئے کوئی ایسا رسالہ نکالا جائے جو ان کے دل و دماغ کے لئے صحیح دینی غذا مہیا کرے۔ ان کے دلوں میں دین کی محبت عظمت اور آخرت کی اہمیت اور فکر پیدا کرے۔ ان کے سامنے نیک بیبیوں اور باخدا اہل علم و فاضل، عابد و زاہد مسلمان عورتوں کی زندگی کے نمونے اور کارنامے پیش کرے اور مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو ان کا بھولا ہوا سبق اور زندگی کا وہ رخ یاد دلاتا رہے" جو نگاہوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔

اس ضرورت کو محسوس کر کے میرے گھرانے کے چند افراد نے دسمبر ۱۹۵۰ء سے رسالہ "رضوان" جاری کیا جس کو شروع ہی سے خوش قسمتی سے بہت سے دیندار اور باحمیت مسلمانوں کی تائید و سرپرستی اور بزرگوں کی دعائیں حاصل رہیں۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس نے اپنے محدود دائرہ میں رہ کر گذشتہ چودہ سال میں بڑا مفید کام انجام دیا اور اس سے ایک ذاتی اور جذباتی تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے بہت سی عورتوں نے اپنی غلط زندگی سے توبہ کی اور اپنے بچوں کی دینی و اخلاقی تعلیم کا انتظام کیا اور اس کو ایسے گھرانے تک پہونچایا جہاں تک اس کی رسائی مشکل تھی یہاں تک کہ ہندوستان و پاکستان کے علاوہ امریکہ اور یوروپین ممالک، عرب اور افریقہ میں بسنے والے بعض ہندوستانی و پاکستانی مسلم گھرانوں میں وہ مقبول ہونے لگا اس سے تعلق رکھنے والے بھائیوں اور بہنوں کی ہمت افزائی سے اس نے کئی خصوصی شمارے بھی نکالے جو بہت مقبول ہوئے اور بہت جلد نایاب ہو گئے۔

ادھر کچھ عرصہ سے وہ مختلف اسباب کی بنا پر سخت مالی مشکلات سے دوچار ہے جس کی وجہ سے اس کے ذمہ دار مجبور ہو کر اس کو بند کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے لگے لیکن میں نے اور میرے بعض دوستوں اور بزرگوں نے "رضوان" سے ذاتی اور جذباتی تعلق رکھنے والے بھائیوں اور بہنوں نے زبانی اور خطوط کے ذریعہ ان کو اس ارادہ سے باز رکھا کہ کسی ملت کا زوال کی بری علامت اور کسی ملک کے باشندوں کے لئے بڑی بدشگونی کی بات ہے کہ ایک ایک کر کے اس کے چراغ گل ہوتے اور ان کے ادارے بند ہوتے چلے جائیں یہ ایک ملت کی نااہلی، پست ہمتی، مردہ دلی اور بے حمیتی کی نشانی ہے۔

ہمارے حوصلہ دلانے سے رضوان کے ذمہ داروں نے ہمت کی ہے کہ وہ ایک بار پھر کوشش کریں گے اور رسالہ کو جاری رکھیں گے۔ اب ہمیں اپنے سب دوستوں اور ان سب لوگوں سے پوری امید ہے جن کے دلوں میں دین کا درد اور اپنی بچیوں اور بہنوں کے اخلاق اور دینی رجحان کی فکر ہے کہ وہ اس رسالہ کو بند ہونے سے بچا لیں گے اور اس کار خیر کو جاری رکھنے بلکہ اس کو وسعت و ترقی دینے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے، ایسے ہمدردوں کی تھوڑی سی کوشش سے اس رسالہ کو نئی زندگی مل جائے گی اور دین و اخلاق کی آواز مسلمان گھرانوں میں پہونچتی رہے گی ــــ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ــــ

ابوالحسن علی ندوی

چندہ سالانہ رضوان برائے ہندوستان ــ چھ روپے ــ غیر ممالک سے ــــ ۱۲ شلنگ

ــــ پتہ ــــ

دفتر ماہنامہ "رضوان" گوئن روڈ لکھنؤ